"ان من الشعر لحکمۃ و ان من البیان لسحرا"

رباعیاتِ سحابی

مؤلفہ

جناب مولوی علی اوسط صاحب اعظم گڑھی ڈسٹرکٹ و سشن جج

صوبہ متحدہ (ریٹائرڈ)

طابع و ناشر: مرزا ابراہیم بیگ بیاث علیگ ایڈیٹر سرگذشت

قیمت مجلد ـــ علاوہ محصولڈاک

مطبوعہ سرگذشت [illegible]

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مائیسمہ بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

359
10×6 1/4
6

P1
190

J. & K. UNIVERSITY LIB.
Acc. No 57979
Date 9.XI.65

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ALLAMA IQBAL LIBRARY
57979

آج سنہ ۱۳۵۰ھ کا آغاز ہے۔ گو عرب میں زمانہ جاہلیت میں شعر و شاعری کا بہت رواج تھا اور لڑائیوں میں شاعر آگے آگے اپنی رجز پڑھتے جاتے تھے اور سپاہی لڑتے تھے۔ لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ عرب میں آج سے نو سو برس کے پہلے کسی شاعر نے رباعی نہیں لکھی۔ گو لفظ رباعی عربی ہے لیکن اس کی پیدائش فارس میں ہوئی۔

یہ مشہور قصہ ہے کہ **یعقوب صفار** (جو پارس اور خراسان کا بادشاہ تھا اور جس نے سنہ ۲۹۰ھ میں وفات پائی) ایک روز بیٹھا تھا۔ اس کا کمسن لڑکا وہیں اخروٹوں سے کھیل رہا تھا۔ اخروٹ ڈھلکتے ڈھلکتے ایک گڑھے میں جا گرا لڑکے نے بیساختہ یہ مصرع کہا

غلطاں غلطاں ہمی رود تالب گو

یعقوب کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے شعراء دربار کو بلا کر کہا کہ اس بحر میں شعر کہے جائیں۔ شاعروں نے تین مصرعہ لگا کر اس کو رباعی کر دیا اور **دوبیتی** نام رکھا۔ پھر دوبیتی کی جگہ رباعی کہنے لگے لیکن عربی میں اب تک اس کو دوبیتی کہتے ہیں۔ (دیکھو شعر العجم مولانا شبلی مرحوم حصہ اول صفحہ ۲۱)

بہرحال جو اصلیت اس کی ابتدا کی رہی ہو۔ لیکن جہاں تک تحقیق سے معلوم ہوتا ہے پہلا شاعر **رودکی** تھا۔ جس نے مستقل طور پر رباعیاں لکھیں اور اس لئے رباعی کی ابتدا کو قریب ایک ہزار سال کے ہوئے۔ رباعی کی بساط صرف چار مصرعہ کی ہے اور اس بساط پر تمام عالم

کے مہرے بٹھانے پڑتے ہیں۔ لہذا ظاہر ہے کہ اس فن میں بڑے کامل شاعر کی ضرورت ہے۔ علاوہ اس کے رباعی میں قصہ کہانی تاریخ یا عشقیہ مضامین کی گنجائش بہت کم ہے کیونکہ ایک رباعی کو دوسری رباعی سے تعلق نہیں ہوتا ہے اسی وجہ سے زیادہ تر رباعیاں پند۔ نصائح۔ دنیا کی بے ثباتی اور خدا کی وحدانیت کے بیان میں ہیں۔

صرف دو شاعر ایسے ہیں جنھوں نے اپنا کلام صرف رباعیات چھوڑا ہے۔ افسوس ہے ایک تو بدنام ہے دوسرا گمنام۔ ایک نے دنیا رفانی کی تصویر کھینچی ہے دوسرے نے عالم جاودانی کی۔ ایک کی رباعیات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ **اپیکورس کے** فلسفہ کا پابند تھا۔ کھاؤ پیو خوش رہو کیونکہ کل مرنا ہے۔ ہر جگہ جام و مے وصبوح سے وہ کام لیتا ہے اور بار بار یہی لکھتا ہے کہ آج جو سر ہے وہ ایک دن کمہار کے چاک پر کاسہ بنتا ہے۔ یہی عمر خیام کے رباعی کا ماحصل ہے۔ چونکہ مادی ترقی اور موجودہ تہذیب یورپ سے اس کے خیالات بہت ملتے جلتے ہیں۔ اس لئے یورپ کے علماء نے اس کے کلام پر چار چاند لگائے ہیں اور برلن۔ لندن اور پیرس میں متعدد اڈیشن اس کے کلام کے شائع ہوئے ہیں۔ پانچسو سے لیکر سات سو تک رباعیاں اس کی ہیں اور فیٹس گلرڈ نے انگلستان میں کم سے کم اس کو ایک ہزار برس تک اور زندہ کر دیا ہے۔ کیونکہ ایک مستقل سوسائٹی قائم ہو گئی ہے اس کا سالانہ جلسہ ہوتا ہے اور اس میں عمر خیام کے اوپر خاص مضمون پڑھا جاتا ہے۔ عمر خیام کی تاریخ پیدائش تو ٹھیک معلوم نہیں ہے لیکن تاریخ وفات سنہ ۵۱۷ھ ہے۔ جس کو آج سے آٹھ سو تیئیس برس ہوئے۔ گمنام شاعر جس کی بابتہ میں نے اوپر لکھا ہے سحابی ہے۔ سحابی کے نام سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ پنجاب کے فارسی کورس میں کچھ رباعیات سحابی کی درج ہیں لیکن ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کے فارسی کورس میں کبھی کوئی رباعی سحابی کی درج نہیں ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ معمولی فارسی داں اس کے نام سے واقف نہیں ہیں۔ تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہے لیکن تاریخ وفات سنہ ۱۰۱۰ھ ہے اس طور سے ۳۵۰ برس گذر چکے ہیں۔ یہ مجموعہ

رباعیات سحابی جو نذر ناظرین ہے یہ پہلا مجموعہ قریب ۹۰۰ رباعیوں کا ہے* سب سے پہلے غالباً ۱۹۱۹ء یا ۱۹۲۰ء میں میں نے اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ میں چار پانچ رباعی سحابی کی معہ انگریزی ترجمہ کے پڑھی تھیں۔ اسی وقت میرا خیال ہوا کہ اگر کل رباعیات اُس کی ملجائیں تو شائع کر دی جائیں۔ مسلم یونیورسی علی گڑھ میں ایک مطبوعہ کتاب گلزار معرفت ملی جس میں جامی۔ ابو نصر۔ بابا فغانی و دیگر شعرار کے رباعیات کا انتخاب ہے اور اس میں قریب ڈیڑھ سو رباعیات سحابی کی بھی ہیں یہ کتاب ایک فارسی نے شہر لیڈن مملکت ہالینڈ میں چھپوائی ہے۔ کل قریب چار سو رباعیوں کے ہوں گی۔ ایک قلمی نسخہ بھی رباعیات سحابی کا مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ہے اور اسی سے زیادہ تر رباعیات اس مجموعہ میں درج کی گئی ہیں۔ نسخہ قدیم ہے کرم خوردہ ہو گیا ہے اور آخر صفحہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ہندو صاحب نے نقل کیا ہے۔

لکھنؤ میں بھی ایک قلمی نسخہ دو جلدوں میں رباعیات سحابی کا ہے جس کو میں نے کتب خانہ ندوۃ العلمار لکھنؤ میں دیکھا ہے۔ اس کو علامہ شبلی مرحوم نے نقل کروایا تھا جیسا کہ مرحوم نے اپنے مضمون میں جو الندوہ ستمبر ۱۹۰۷ء میں چھپا ہے۔ لکھا ہے اس نسخہ میں قریب تین ہزار رباعی ہیں لیکن کاتب معمولی لیاقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے بہت جگہ اس نے غلط نقل کر دیا ہے اور جہاں پڑھ نہ سکا ہے وہاں چھوڑ دیا ہے۔

مجموعۃ الفصحا میں بھی سحابی کا تھوڑا سا تذکرہ ہے اور چند رباعی درج ہیں۔ خیابان عرفان ایک مطبوعہ رباعیات کا مجموعہ ہے جس کو سید محمد محسن صاحب بلگرامی صدر محاسب سرکار خاص نے حیدرآباد میں چھپوایا ہے اس میں بھی کچھ رباعیات سحابی کی ہیں۔ خان بہادر خدا بخش صاحب مرحوم کی لائبریری پٹنہ کے مطبوعہ کیٹلاگ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی ایک قلمی نسخہ رباعیات سحابی کا ہے۔ دار المصنفین اعظم گڑھ میں دو بیاض قلمی اشعار کی ہیں۔ ایک کا نام تذکرہ مخزن الغرائب المشہور بہ تذکرہ احمد علی خان سندیلوی اس میں سحابی استرآبادی کی بہت سی رباعیات درج ہیں۔ دوسرے نسخہ کا کوئی نام نہیں ہے محض بیاض لکھا ہوا ہے۔ اس میں رباعیات اور

* یہ تحریر ستمبر ۱۹۳۲ء کی ہے۔

مثنویات سحابی کی تھوڑی سی درج ہیں۔ مثنوی کچھ زیادہ بلند پایہ کی نہیں ہیں۔ میں نے اس کتاب میں زیادہ تر رباعیات قلمی نسخہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اور دونوں بیاضوں سے جو دارالمصنفین اعظم گڑھ میں ہیں جمع کرکے شامل کیا ہے۔ گلزار معرفت اور خیابان عرفان میں جو رباعیاں ہیں وہ سب ان قلمی نسخوں میں موجود ہیں۔ علی گڑھ کا قلمی نسخہ مولانا ابوبکر صاحب جونپوری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ذریعہ سے میں نے حاصل کرکے نقل کرایا تھا اور مولانا موصوف نے نسخہ کے پڑھنے میں بڑی مدد دی تھی اور میں ان کا خاص طور پر مشکور ہوں۔ مولانا سلیمان صاحب ندوی دارالمصنفین اعظم گڑھ نے مولانا شبلی مرحوم کا مضمون الندوہ کا اور دونوں بیاضوں کا پتہ بتلایا اور مولوی عبدالسلام صاحب ندوی، دارالمصنفین اعظم گڑھ نے ان کو کمال مہربانی سے نقل کرادیا۔ ان دونوں صاحبوں کا میں خاص طور پر مشکور ہوں۔ علامہ شبلی مرحوم نے اپنے شعرالعجم میں کئی جگہ سحابی کا تذکرہ کیا ہے اور چند رباعیات بھی سحابی کی لکھی ہیں۔ لیکن کوئی خاص جگہ سحابی کو اپنے کتاب میں نہیں دی ہے اس کا مجھ کو تعجب ہے۔ کیونکہ علامہ موصوف کے خیالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رباعی میں عمر خیام سے سحابی کو وہ زیادہ سمجھتے تھے۔

سحابی کے حالات

یہ عجیب اتفاق زمانہ ہے کہ جس طرح سے فردوسی سے اصلی فارسی شاعری کی ابتدا ہوئی اور غالب پر ختم ہوئی اسی طور پر رباعیات فارسی عمر خیام سے شروع ہوئیں اور سحابی پر ختم ہوئیں۔ مرزا صائب نے سحابی کو رباعی گویوں کا خاتم تسلیم کیا ہے۔ مصرع

رباعی گر ز موزونان مسلم شد سحابی را

صرف اس قدر معلوم ہے کہ سحابی اکبر اور عباس صفوی کا ہمعصر تھا مولوی غلام علی آزاد نے سرو آزاد میں لکھا ہے کہ سنہ ۱۰۱۰ھ میں وفات پائی۔ سحابی چالیس برس تک

نجف میں گوشہ نشین رہا اور اس نے کبھی روضۂ مبارک کے احاطہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مولوی غلام علی آزاد نے صبح صادق کے حوالے سے نقل کیا ہی کہ سحابی ایک روز سفر میں جارہے تھے راہ میں نہر تھی خیال آیا کہ سطح آب سے گذر جائیں لیکن پاؤں تہ میں جانے لگا۔ کہنے لگے کہ یہ دنیاوی تعلقات کا اثر ہی۔ کوئی چیز تو میرے پاس ہے نہیں صرف یہی دیوان ہی اور یہی وجہ وابستگی ہی یہ کہکر دیوان کو پانی میں پھینک دیا۔ ستر ہزار رباعیاں تھیں وہ سب پانی کے نذر ہوگئیں۔ ان میں سے بیس ہزار رباعی بیاضوں میں لوگوں نے لکھ لی تھیں وہ رہگئیں۔ باقی مفقود ہیں۔ تقی اوحدی نے لکھا ہی کہ جرجان اصلی وطن تھا لیکن تحقیق یہی ہی کہ استر آباد میں پیدا ہوئے اور نجف میں زندگی بسر کی۔ شادی نہیں کی تھی تجرد میں زندگی بسر کی۔ علامہ شبلی مرحوم لکھتے ہیں کہ انھوں نے قلمی نسخہ جو لکھنؤ میں دیکھا تھا اس میں دس ہزار رباعیاں تھیں اور یہ لکھتے ہیں کہ اس مجموعہ کی نقل ندوہ کے کتب خانہ میں ہی۔ لیکن میں نے جو نقل ندوہ کے کتب خانہ میں دیکھی ہی اس میں تین ہزار سے زیادہ رباعیاں نہیں ہیں۔

بہرحال ان نو سو رباعیوں کا مجموعہ جو نذر ناظرین ہی اس زمانہ میں غنیمت ہی۔ اول تو فارسی کے پڑھنے والے اور شائقین کم ہوتے جاتے ہیں دوسرے مادی ترقی کا روز بروز زور ہی روحانی ترقی مفقود ہوتی جاتی ہی۔ اگر قدر دانوں نے اس مجموعہ کی قدر کی تو آئندہ ممکن ہی کہ دوسرے اڈیشن میں اس میں اضافہ کیا جائے۔ پہلے میرا یہ خیال تھا کہ ہر رباعی کا اردو ترجمہ بھی اس کے ساتھ رہے۔ لیکن میں نے دیکھا کہ ترجمہ میں کچھ لطف نہیں آتا ہی اس لئے اس ارادہ کو میں نے ترک کردیا۔ پھر یہ ارادہ ہوا کہ انگریزی نثر میں ترجمہ کروں لیکن میں نے سردست اس ارادہ کو دوسرے اڈیشن پر ملتوی کردیا ہی۔

جہاں تک ہوسکا ہی صحت کا انتظام کیا گیا ہی لیکن پھر بھی غلطیاں رہگئیں ہیں (ملاحظہ ہو غلط نامہ) آخر میں یہ لکھنا ضروری ہی کہ میرے عنایت فرما مرزا ابراہیم بیگ صاحب اڈیٹر سرگذشت علی گڑھ کی سعی بلیغ و ہمت افزائی سے یہ کتاب سرگذشت پریس علی گڑھ میں چھپی ہے۔

اگر موصوف میری مدد نہ کرتے تو یہ کتاب غالباً نہ شائع ہوتی۔ لہذا ان کا خاص شکریہ ادا کرنا ہوں۔

علی اوسط
۱۱ر ستمبر ۱۹۳۱ء روزجمعہ
(خان بہادر۔ ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ وسیشن جج)

موازنہ

جب زیادہ زمانہ گذر جاتا ہے تو کسی شخص کی بری عادات کو لوگ بھول جاتے ہیں اور اس کے اچھے خصائل کو یاد کرتے ہیں۔ جس زمانہ میں حکیم عمر خیام تھے وہ زمانہ مسلمانوں کی سلطنت کے عروج کا تھا۔ عیش و عشرت کے سب سامان مہیا تھے۔ لہذا شراب۔ کباب معشوق کے خیالات دل میں آتے تھے اور حکیم خیام بھی دن کو نہیں تو رات کو شراب ضرور پیتے تھے۔ انسان کی عجیب حالت ہے۔ اسلام کے زمانہ عروج کی کیوں برائی کی جائے! ابھی حال کی بات ہے کہ غالب ایسا شاعر شراب میں مدہوش رہا کرتا تھا۔ دو سو برس کے بعد جب غالب کی سوانحعمری پر تنقید کی جائے گی تو مورخ یہی لکھیگا کہ غالب شراب سے شراب وحدانیت مراد لیتا تھا اور یہ کہیگا کہ مفت کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں

رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

یا تو یہ غالب کا شعر نہیں ہے یا اس نے اپنے کسی دوست کے لئے لکھدیا تھا اسکا ثبوت اس شعر سے غالب کے ملیگا۔ ؎

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

سحابی گوشہ عزلت میں رہتا تھا۔ چالیس برس اس نے نجف شریف کے احاطہ کی باہر قدم نہیں

رکھا۔ فقر و فاقہ سے مطلب تھا۔ اس غریب نے تو شراب بھی نہ دیکھی ہوگی لہذا اس کی رباعیوں میں کہیں اس کا ذکر تک نہیں ہے۔ کلام کی پاکیزگی۔ عبارت کی سلاست خاص حصہ سحابی کا ہے۔ خدا کی حقیقت کو جس جس طرح سے اس نے ثابت کیا ہے وہ اس کی رباعیات کے پڑھنے سے خود واضح ہوجائے گا۔ صرف یہ ایک رباعی اس کی ایک لاکھ رباعیوں کے برابر ہے۔

عالم بہ فغاں لا الٰہ الا ہوست
جاہل بگماں کہ دشمنست یا دوست
دریا بہ وجود خویش موجے دارد
خس می پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

یعنی تمام عالم میں یہ شور مچا ہوا ہے کہ سوا ر خدا کے کچھ نہیں ہے۔ انسان جو جاہل ہے وہ اس مغالطہ میں پڑا ہوا ہے کہ خدا ہمارا دوست ہے یا دشمن۔ خدا ایک سمندر نا پیدا کنار ہے جو اپنے وجود سے موجزن ہے۔ انسان ایک تنکا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب موجیں ہماری بربادی کے لئے ہیں۔ مناجات کے طور پر ایک جگہ لکھتا ہے

گم کردم اگر جستجویم نکنی
آئینہ صفت روئے بسویم نکنی
در حق تو از لطف تو گفتم بسیار
یارب یارب دروغ گویم نکنی

جب فنا فی اللہ انسان ہوجاتا ہے تب خدا ملتا ہے۔ دلائل عقلی سے خدا کا ملنا محال ہے۔ سحابی نے کس خوبی سے اسکو ادا کیا ہے۔

دل مسکن عشقست نہ ماوائے عقول
چوں خانۂ عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بداں کہ زود ویراں گردد
ہر خانہ کہ غیر صاحبش کرد نزول

خیام ایسے مضمون کو اس طرح سے ادا کرتا ہی۔

اسرار حقیقت نشود حل بسوال
نہ نیز بہ در باختن نعمت و مال
تا جاں نکنی و خوں نخوری پنجہ سال
از قال ترا رہ نہ نمایند بحال

شراب کی تعریف میں بعض جگہ خیام معمولی تہذیب سے بھی تجاوز کر جاتا ہی۔ ملاحظہ ہو

در سر مگذار ہیچ سودائے محال
می خور ہمہ سال ساغر مالا مال
با دختر رز نشین و عیش میکن
دختر بحرام بہ کہ مادر بحلال

آخر کا مصرع کس قدر ادب سے گرا ہوا ہی۔

سحابی نے صرف دو ایک رباعی میں جام کو جگہ دی ہی وکس خوبی سے۔

جامے خوردم ز دست ساقیِ ازل
در نشۂ آں نہ آخر و نے اول
جامے دارم کنوں کہ محو ست درو
اندیشۂ ماضی و غم مستقبل

ماضی و حال و مستقبل کی صنعت قابل ملاحظہ ہی۔ اب سنیے۔ خیام فرماتے ہیں۔

تا کے ز اہد حدیث و تا کے ز ازل
بگذشت ز اندازۂ من علم و عمل
ہنگام طرب شراب رانیست بدل
ہر مشکل را شراب گرداند حل

سحابی نے معرفت کو کس طرح سے دکھلایا ہی۔

از دوری اگرچہ سرگذشتے داریم
در گلشن کوئے یار گشتے داریم
ما پرتوِ خورشید وجودیم ازو
گرد ور اُفیتم باز گشتے داریم

عرب میں زمانہ جاہلیت میں شراب خوری کا عام رواج تھا۔ حضرت رسول مقبول کے زمانہ میں رفتہ رفتہ کر کے قران پاک نے اس کو حرام کیا۔ پہلے نماز کے پہلے لوگ شراب پی لیتے تھے صرف نماز کے وقت شراب پینا حرام تھا۔ آخر میں قطعی طور پر حرام کر دی گئی۔ ہمارے علمار جب کسی شاعر کے شعر میں شراب کا ذکر آجاتا ہی تو تعبیر شراب حقیقت سے کرتے ہیں۔ یہ خیال تو اچھا ہی لیکن بسا اوقات واقعہ کے خلاف ہوتا ہی۔ عمر خیام تو یہاں تک بڑھ گئی کہ رسول عربی سے بھی شراب کے جواز کا فتوے انھوں نے حاصل کر لیا۔ ملاحظہ ہو۔

از من برِ مصطفےٰ رسانید سلام
وانگاہ بگوئید باعزاز تمام
کائی سید ہاشمی چرا دوغ ترش
در شرع حلالست وے ناب حرام

از من بر خیام رسانید سلام
وانگاہ بگوئید کہ حامی خیام
من کے گفتم کہ مے حرامست۔ وے
بر پختہ حلالست و بر خام حرام

خیام دنیا کی بے ثباتی کو تکرار کے ساتھ ثابت کرتا ہی لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہی کہ،

شراب سے غم غلط کرنا چاہیئے - غالب

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
یک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہئے

سحابی اس دنیا کی زندگی کو غنیمت سمجھتا ہی کیونکہ عاقبت کے لئے کچھ تحفہ انسان مہیا کر لیتا ہی

ہاتھ خالی ہیں چلا دربار میں
کون پوچھے گا مجھے سرکار میں

اسی وجہ سے سحابی نے تکرار کے ساتھ تعلیم دیا ہی کہ خدا سے محبت رکھو۔ خدا سرچشمہ محبت ہی

اے در طلب تو عالمے پُر شر و شور
نزدیک تو مفلس و توانگر ہمہ عور
سحابی
اے با ہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر
وے با ہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

اے خدا تو ہر جگہ ہے۔ لیکن تمام عالم تیری طلب میں پریشان ہی۔ غریب و امیر تیرے سامنے سب محتاج ہیں۔ سب کے ساتھ تو بات کرتا ہی لیکن دنیا کے لوگوں کے کان بہرے ہیں وہ کب سنتے ہیں۔ سب کے سامنے تو موجود ہی۔ لیکن دنیا والوں کی آنکھ تو اندھی ہی وہ کب دیکھتے ہیں۔

اے عاشق پاک در رہ دوست بسوز
یعنے ہر چند پردہ اوست بسوز
سحابی
رو دیدہ طلب نام و نشان را بگذار
چوں مغز بدست آمد گو پوست بسوز

اگر تو صرف خدا کی دید کا سچا عاشق ہی تو اس کے راہ عشق میں خوب جل۔ یعنی جس قدر اسکے پردہ ہیں سب جلا ڈال۔ خدا کے دیدار کے طلب کے راستہ پر چل۔ دنیا کے نام و نشان کو چھوڑ۔ جب گودہ مل جائے تو چھلکا لیکر کیا کرے گا۔ دنیا میں بہت کم لوگ ہوں گے جو پڑھے

لکھے ہوں وخدا کے وجود سے منکر ہوں - یہاں تک کہ وحشی آدمی بھی اپنے سے اوپر ایک بڑے چیز کے وجود کو مانتا ہے - جو چیز بڑی دیکھتا ہے اونچا پہاڑ - بڑا دریا - بڑا درخت - بڑا جانور مثل ہاتھی - اسی کو سمجھتا ہے کہ خدا ہے - خدا کی حقیقت کی ماہیت انسان کے احاطۂ ادراک سے باہر ہے - کیونکہ محدود چیز کے اندر غیر محدود چیز کیسے پوری طور پر آسکتی ہے - اسی فلسفہ کو سحابی سینکڑوں طریقہ پر ذہن نشین کراتا ہے - صرف یہ کہتا ہے کہ کوشش و جستجو کرو کچھ حاصل ہی رہیگا - اس جھگڑے میں مت پڑو کہ نیکی و بدی دونوں کیوں ہیں - خود جواب دیتا ہے کہ بدی اس وجہ سے ہے کہ نیکی کی پہچان ہو - کیونکہ ضد سے بسا اوقات امتیاز ہوتا ہے -

اشیا چو بضد نمود از پردہ کار
ہر نیکی را - بدی بباید ناچار
از خلق ہنر بیں و عیبش بگذار
در باغ تو گل بچیں چہ کارت با خار

رباعی دیگر

از خلق جہاں و ہستی فانی ما
دانستہ نشد بہ غیر نادانی ما
حیرانی ما بود مراد از ہمہ چیز
یارب چہ مراد است ز حیرانی ما

ہر چیز بہ ضد خویش در جلوہ گریست
بے ظلمت - نور کس ندانست کہ چیست
ہر دیدہ را تواضع افزاید قدر
خورشید بہ شرق و غروب اکثر نگریست

تو آئینۂ وجودِ مائی عدما
یعنی مارا اگر توان دید بما
ہر چیز کہ پیدا است لمو واست نہ بود
بعد است کبودی کہ بینی نہ سما

خیام

آمد سحرے ندا از میخانۂ ما
کاے رند خراباتی دیوانۂ ما
بر خیز کہ پر کنیم پیمانۂ مے
زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

لہذا ظاہر ہے کہ عمر خیام کے یہاں ہر چیز میں شراب ہی شراب ہے و ہر جگہ موت ہی موت ہے سحابی دنیا کی زندگی کی سچی تصویر کھینچتا ہے۔

گہ گریہ کہ بہرہ نیفتاد مرا
گہ آہ کہ رفت عمر برباد مرا
یکسو غمِ زیست یکسو اندیشۂ مرگ
بردند خدا پرستی از یاد مرا

سحابی کا بڑا کمال یہ ہے کہ جو بات کہتا ہے اس کو ایسے عام فہم مثال سے ثابت کرتا ہے کہ آدمی قائل ہو جاتا ہے۔ وحدانیت کے ثبوت میں سیکڑوں رباعیاں ہیں۔ ایک ملاحظہ ہو۔

ہستی کہ باصل خویش وحدت دارد
در دیدۂ احولِ تو کثرت دارد
آئینہ ہشت شکستہ است از آں
یک عکس در و ہزار صورت دارد

سحابی نہایت سچائی سے کہتا ہے کہ اس کو ان رباعیات کے کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

این چند سخن حاصل عمر گذران
از من اثر یست در رہ دیدوران
یعنی ز کلام من مرا فائدہ نیست
کاریست کہ کردہ ام برائے دگران

مذہب ہمیشہ غریبوں ہی میں رہتا ہے۔ امرا اپنی دولت کی وجہ سے وہ کام کرتے ہیں جس سے جانور بھی بعض وقت حذر کرتے ہیں۔ سحابی اسی امر کو ایک نہایت عمدہ مثال سے ثابت کرتا ہے

روزے کہ عیاں شود خداوند جہاں
لطفش بہ کہاں باشد و قہرش بہ مہاں
خورشید جہاں فروز چوں درتابد
ذرہ شود آشکار و سیارہ نہاں

سحابی کا یہ کمال ہے کہ ہر مشکل مسئلہ کو ایک معمولی مثال سے ثابت کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بر وحدت ما نہ ہر کسے دانا گشت
ور گشت ہماں زماں کہ محو ما گشت
ما در ہمہ کس رسیم وکس در ما نہ
کے جوئے بسر چشمہ تواند وا گشت

کامل گوید جہاں تمام واہل است
ناقص گوید کہ کو نہ است و سہل است
شطرنج ہماں۔ عرصہ ہماں رخت ہماں
ایں بردن و باختن ز علم و جہل است

اے در رہِ حق نرفتہ یک گام درست
وے طاعت تو بنزدِ یزداں ہمہ سست
رمز لبت و ضرور ندانی کاول
درست از ہمہ کار دہر میباید شست

تا مرد درین سرائے ریو و رنگ است
یک لحظہ اگر نشیند ایمن و ننگ است
کوتہ نظریست خوشدلی در دنیا
چشم ہمہ وقت غندہ زانرو تنگ است

عالم ہمہ درد است طبیبے دارد
یعنے کہ محبتِ حبیبے دارد
کس نیست کہ از عشق درو نورے نیست
ہر ذرہ ز خورشید نصیبے دارد

نصائح و پند سحابی کا حصہ ہے۔

مخلص می باش حق گذاری این است
نیکی میوۂ ز خیر جاری این است
جز حق مپرست و بر کسے بد مپسند
تفسیر کلام رستگاری این است

در هر که رسی نکو ببین کو نیکوست
کو ساخته و خواستهٔ حضرت اوست
بر بے سر و سامانئ من عیب مکن
شاید که مرا دوست چنین دارد دوست

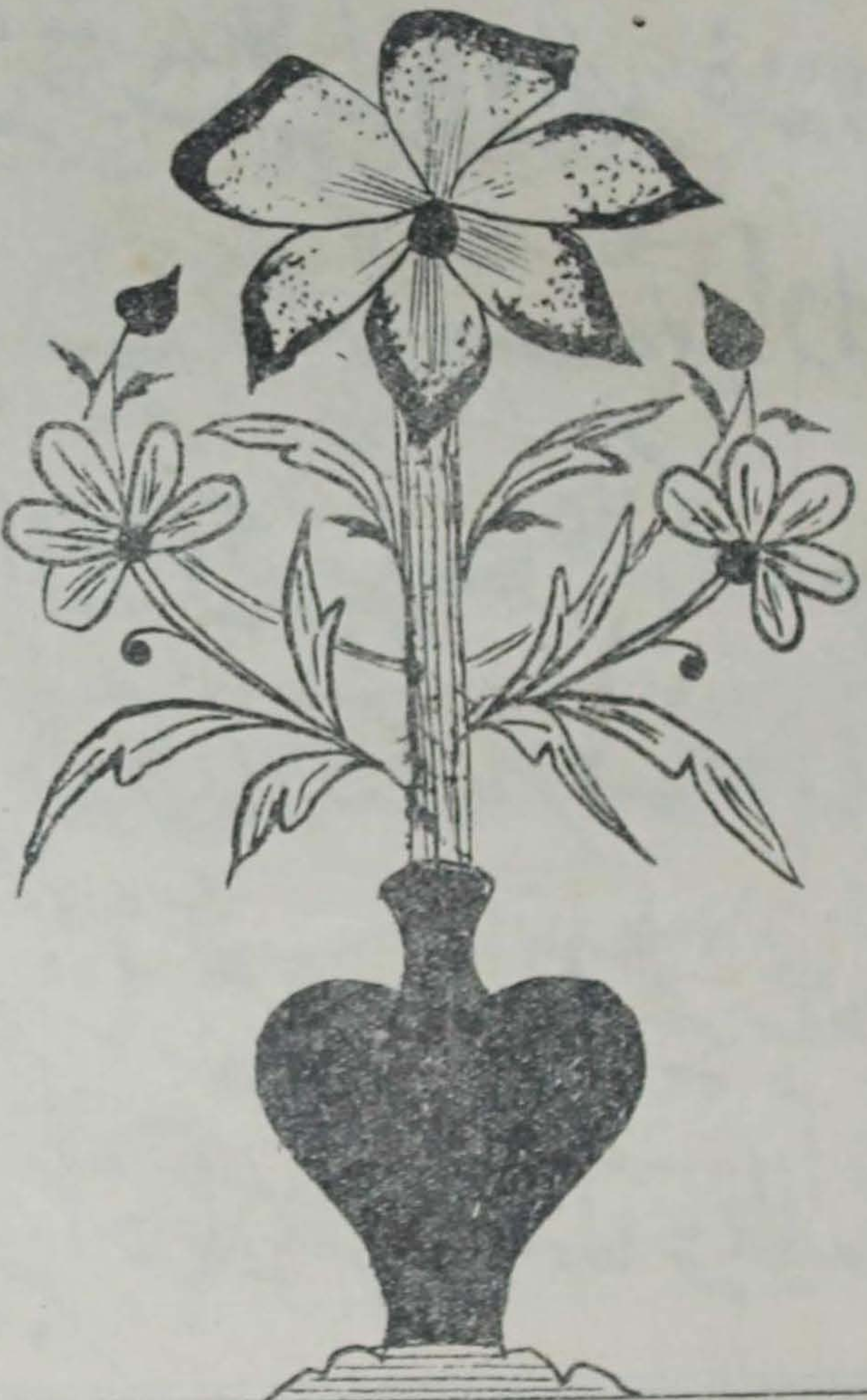

سرگذشت

سرگذشت علیگڑھ کا واحد ہفتہ وار
پرچہ ہے جو علیگڑھ سے زیر ادارت
مرزا ابراہیم بیگ علیگ
بہ پابندی وقت عرصہ ۳ سال
سے شائع ہو رہا ہے قیمت سالانہ
منیجر اخبار سرگذشت سے طلب فرمائیے (عہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف (الف)

تن در دہ آیت اسف[1] خواندن را
جز بر رہِ ذات رخش جان راندن را
استغفار ست و خوف و عذر و تقصیر
شرط است دویدن از عقب ماندن را

[1] تاسف کرنا

حق کردہ ظہور از ہمہ مردیدن را
اما کو مرد یک نظر دیدن را
یعنی ز ہزار کعبہ عارف بہ بیافت
یک لحظہ بگرد خویش گردیدن را

تا محو شدم آن رخ ظہر آئیں را
ہر ذرہ چو مہ نمود چشم دیں را
خواہم کہ ہمیشہ راز او فاش کنم
عالم ہمہ او ست باگوئیم ایں را

تا چند شنیدن صفت نیکو را
جهدی که مگر اهل شوی این خو را
هر کس بهوا مرغ تواند دیدن
کو آنکه نهد دام و کند صید او را

هر کس گم شد ماند نشانها او را
دادند جهان عقل و جانها او را
احمدؐ که بکنج بندگی ساکن شد
بردند بسیر آسمانها او را

ا؎ نام و نشان

هر کس هر چیز در سرشت است او را
عین مطلوب چون بهشت است او را
انسان خوش نیست جز بانسانیت
چون دیو که غیر کبر زشت است او را

هر کس که غم تو در سرشت است او را
گر حور بهشت است که زشت است او را
این مرغ گرفتار کش آدم نامست
دام تو به از هشت بهشت است او را

نظارہ خوش است باغ رنگ و بو را
اما نہ تصرف بگذار این خو را
این شاخ امل کہ دُنیی اش میخوانند
گل رنگیں لیک میوہ تلخ است او را

ہر کس نظرِ عشق مدد کرد او را
شائستۂ رفعت ابد کرد او را
آن شاہ جہانِ حُسن چو آئینہ
ہر کس برداشت ہمچو خود کرد او را

ہر چند کہ عالمی ست شیدا او را
جنگ است بہ غیر بینی ما او را
یک خواجہ ہزار بندہ رامی شاید
یک بندہ نکو نیست دو مولا را

محتاج فگندن نقاب ند او را
آن فرقہ کہ در طلب شتابند او را
ما وام کہ خورشید نیاید بیرون
ہر چند کہ گردند نیابند او را

آں یک ذاتست آئینۂ عالم او را
نے یار و نہ ہم نشیں نہ ہمدم او را
آں فرقہ کہ گفتند کہ او را دیدیم
تہمت کردند ہم خود و ہم او را

ایں خلق کہ نوشیدن و خوردن او را
غافل دارد ز جاں سپردن او را
گر یافت تنعمے بعالم چہ عجب
خوش زیستن است مزد مردن او را

جز عین تو نیست ہر چہ خواہی او را
ور از نظر قبول رانی او را
تا کے گوئی کہ ایں بد و آں نیک است
ہر کس کہ تو نیستی چہ دانی او را

رب العزت خدا است معنے جو را
از مہر پدر چو سود نا نیکو را
گوسالہ نمی شود بجز گوسالہ
ہر چند کہ گاؤ دوست دارد او را

می نازد کہ من یافتہ ام آلتشہ را
می نازد کہ من تاختہ ام ایں رہ را
می بند خیالی کہ بمن یار است او
میگیر بدام ہالہ مرغ مہ را

بیننده ز خویش بیش بیند ہمہ را
زاں کائینہ دارِ خویش بیند ہمہ را
یعنی آنکس کہ ہست بیش از ہمہ کس
آنست کہ عین خویش بیند ہمہ را

عارف بصفائے دل گزیند ہمہ را
بر سر چو ہوا سبک نشیند ہمہ را
از خانہ بروں نرفتہ چوں مردم چشم
بنشستہ بجائے خویش بیند ہمہ را

عارف کہ چو خود گزیدہ بیند ہمہ را
خود را ز انساں کہ دیدہ بیند ہمہ را
در ذاتِ احد کہ ہیچ از و بیروں نیست
ہر کس کہ رسد رسیدہ بیند ہمہ را

آئینهٔ نقش جسم و جانی همه را
هستی خود را بدان که دانی همه را
راز دو جهان و مردهٔ و زندهٔ آن
از خود بشنو که ترجمانی همه را

دیدن بطلب کردن هر کارے را
تا فرق کنی یارے و اغیارے را
در بے بصری فرشته آید دیوت
تاریکی شب نور کند نارے را

عالم چه کنی و عالم آرائی را
همراز نگشته یار شیدائی را
در خانه اگر هزار صورت باشد
درمان نکنند درد تنهائی را

در بارگه عشق شد غیرت ما
آن موجب صحو باعث سکرت ما
گفتم که مرا بحضرت راه دهٔ
آواز برآمد که توئی حضرت ما

اے مہر تو در سینۂ بے کینۂ ما
وے درد و غم تو۔ یار دیرینۂ ما
جز داغ تو کو تمام عالم را سوخت
چیزے دیگر نماند در سینۂ ما

بکشود در صورت و معنیٰ بر ما
بگرفت رہ دنیا و عقبیٰ بر ما
خود را دیدیم محو او گردیدیم
ہم از ما کرد حق تجلّیٰ بر ما

ہر قطرہ کہ زد حکیم در بارۂ ما
دیدیم نبود غیر آن چارۂ ما
بے حکمت نیست ہرچہ از ما سر زد
مامورۂ اوست نفس امارۂ ما

عشق آمد و کوتاہ شد افسانۂ ما
یعنی کہ نماند غیر جانانۂ ما
فلک برون رفت از وقت
از جوش فرو نشست خمخانۂ ما

بے حکمتی نیست ہرچہ سرزد ازما

از خلق جهان و هستی فانی ما
وابسته نشد به غیر نادانی ما
حیرانی ما بود مراد از همه چیز
یارب چه مراد است ز حیرانی ما

یک جلوه نمود دلبر جانی ما
آرام ربود از دل زندانی ما
تا بوی از آن بهشت باقی بردیم
دوزخ گردید هستی فانی ما

تو آئینهٔ وجودِ مائی عدما
یعنی ما را مگر توان دید به ما
هر چیز که پیداست نمود است نه بود
بعد است کبودی که بینی نه سما

این مردم چشم ساکن بتکده‌ها
دارند همیشه بر سر عربده‌ها
ناست برون ز بیم شان نتوانم
چون خوردنی از بیان محفظی زدها

عرفان طلب از فریضها نافلها
تا چوں بلد- آیدت بدل قافلها
عارف چو سجود خلق بیند گوید
شد قریهٔ بدن عالیها سافلها

خلق اند ہمه بر سر کبر و کینها
لاف دینها و دعوی آئینها
حق میگوید بگوش خالص دنیاں
مقصد چو منم چه اختلاف ست اینها

خود آرائی و ننگ و نام ست اینها
در مذہب عاشقاں حرام ست اینها
ایں علم و فن تو شیوهٔ خاصاں نیست
بل آرزوئے قبول عام ست اینها

گاہے طلب بہیم دنیا و آئینها
گہ در طلب آخرتیم و دینها
تا چند ازیں فسانهٔ بیم و امید،
یک رہ پیش آ که پس نشنید اینها

عشق آمد و سوخت بادِ کفر و دینها
شد آئینهٔ جمالِ او آئینها
هر چند که علم و فضل گفتم رد کرد
کائے کول منم مراد و مقصد زینها

بگذر چو قلندر ز جمالِ دنیا
تا باز رہی ز قیل و قالِ دنیا
گر بتراشند ریش پیشِ مردان
بهتر که بدست پیره زالِ دنیا

از بیم زیان یکے بخشیده رجا
سرگشته یکے که سودش آید ز کجا
خوف ند رجا خلق دگر چیزے نیست
سیر عارف میانِ خوف است و رجا

این گفته که نیستیٔ ما هستیٔ ما
هستی همه او راست تو هیچی و فنا
شب گفت بننگم سفرے خواهم کرد
خندان شد صبح گز کجا تا به کجا

عشق است که دل خجل نیابی آنجا
یعنی جز کام دل نیابی آنجا
گر در ره انساب روی تا آدم
بالله که جز آب و گل نیابی آنجا

گه جنگ بخود که بر در تا هوس آ
گه طعنه که زرق تا بکے سالوسا
گویا که ز مصر دل من خاسته اند
سحاری فرعون و عصائے موسیٰ

هر جا که توئی قبلهٔ حاجات آنجا
سرها همه خاک آستانست آنجا
ما را چو مراد آفتاب رخ تست
هر جا که تو باشی آسمانست آنجا

آنها که مجرد اند در راه فنا
مانند الف هیچ ندارند اصلا
این نقطهٔ نطق هم که بر لب دارند
بر زیر زبان نهند چون نقطهٔ با

خدا کا عشق ایسا ہے کہ اس میں
دل کو ندامت نہیں ہوتی یعنی
عشق میں دل کی مراد
اپنا نسب نامہ
پانی مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے

جز نیستی تو نیست هستی بخدا
ای هشیاران خوشست مستی بخدا
گر بت ز برائی حق پرستی روزی
حقا که رسی ز بت پرستی بخدا

تا گوش دل مرا ز غیبست ندا
آرام ندارم مگر از خلق جدا
وحشت دارم ز خلق و خلق از ما
این است بلی علامت اهل خدا

المنة لله که بانعام خدا
از خلق رهیدم و شدم رام خدا
هر کس سخنی از این و آن می گوید
من می گویم نام خدا نام خدا

کس را خوش نیست هر که دولت و گدا
خود دون و گدا کجا و راه هدا
یعنی هر کس ز خود نگر دید جدا
نه خلق موافق است با او نه خدا

ہاں چند کنی کہ بشنوے بوئے خدا
گز بوئے خدا رسی تو در کوئے خدا
غولیست ہمی برد بوادی ہلاک
ہر سوئے کہ میروی بجز سوئے خدا

جز با تو جو الفت نباشد فردا
جز عقل تو آلفت نباشد فردا
بنگر کہ خدا با تو چہ کرد ست امروز
آں کن کہ خجالت نباشد فردا

اے از تو حقیقت تو بس ناپیدا
با آنکہ توئی ز ہر چہ پیدا پیدا
توحید طلب عین ہمہ اشیا شو
ہمچوں یک جاں درہمہ اعضا پیدا

حق است دریں تفرقہ کیشاں پیدا
ہم در حق ایں جمع پریشاں پیدا
حق بینش و آئینہ و تشخصند ہمہ
ایشاں در حق و حق در ایشاں پیدا

حاشا که کسی از خود شناسد مارا
زاندیشهٔ نیک و بد شناسد مارا
این بیخبران مقلد یکبار گرند
با غیران که خود شناسد مارا

یکدم با خلق نیست کاری مارا
یک لحظه نه در جهان قراری مارا
جز عشق که از کون و مکان است برون
نه یاری مانده و نه یاری مارا

ترکیب وجود درد و صافی مارا
بی ما شده چیست هرزه لافی مارا
هم آنکه فگنده است مارا در بند
آزاد کند بهر تلافی مارا

بنمود ز پرده آن رخ زیبارا
مخفی نگذاشت حسن عشق افزارا
گفتم که جمال با کمالی داری
گفتا عشق است دیدهٔ بینارا

بگذار رجبا بزمِ ظفر افتخارا
بردار قدم طےِ مسافتھارا
با آبِ خمول بر دفِ شہرت زن
با آنکه صلا درده افتقارا

در مہرِ احد سوخت ہمه کین ہا را
آن کو وانشست مدعا دین ہا را
ہر فرقه بہم بر سرِ دنیا در جنگ
آورده بہانه دین و آئین ہا را

ناگشته رفیق رہ روانے یارا
در ورطۂ این طلب که دارد یارا
خضر بنده بگیر و گرد خضر بنده بگرد
ملاح طلب کن سفرِ دریا را

ہرچند که ہست آمد و شد ما را
برحالِ خود است ذاتِ آن یکتا را
از خلق ملالتے نه دارد خالق
از موج تعب نمی شود دریا را

گر جزو ز کل فائده مند است ترا
هر خوبی و زشت فوق بند است ترا
نے علم لدن نہ عقل کل داری تو
چون رد کنی انچه نا پسند است ترا

جز حال تو گر بحق وصال است ترا
هر رفته[۱] و آینده[۲] محال است ترا
گفتی که قیامت آید و نیست شکے
آرے ان نیز شرح حال است ترا

در عشق که بے نام و نه کام است ترا
محو معشوق ایں مقام است ترا
هرگاه نوازشے از و جستم گفت
گر عاشقی آرزو حرام است ترا

تا دل بسوئے خود نگران است ترا
جانان تو از دیده نهان است ترا
خواهش موافق مراد خود نیست
چندیں شک و یاس شکوه زان است ترا

[۱] زمانه ماضی [۲] زمانه مستقبل

اے بندۂ حرص کردہ جسم و جان را
معذوری۔ اگر بجوئے آزادان را
چیزے کہ غنی را سوئے درویش برد
لطف و کرم است و تو نداری آنرا

در عالم صورتِ غم جانست ترا
معنیٔ تو جان جاودانست ترا
تا محسوسست غایتِ محسوست
ایں حیرانی و خوف ازانست ترا

از ارض و سما طعنہ ہزار است ترا
یکحرف کہ نہ بقدر کار است ترا
ایمن از خواہی ز دشمن دہر مرو
بیروں ز حد خود کہ حصار است ترا

اے دل کہ طریق دوستی خوست ترا
ایں شیوۂ نکوست لیک با دوست ترا
از ہرچہ نہ اوست روی برتاب بدل
رو با او کن کہ کار با اوست ترا

ای گروه مجاز ابدی پیست ترا
نا داده حقیقت ازل دست ترا
سیر طلب تو باز گون بود همه سر
زان جوی بسر چشمه نه پیوست ترا

تا بیرونی ز خود یقین نیست ترا
در خلوت سینه شمع دین نیست ترا
نطق احد و صورت احمدؐ داری
اما چکنم که دید این نیست ترا

خورشید وجود در ره برو نیست ترا
تا پشت به کام و آرزو نیست ترا
همچون مه چارده نه در حد کمال
زانی که تمام رو به او نیست ترا

ای آنکه بحق تخلقی نیست ترا
دیگر با خود تو فقی نیست ترا
با عشق تکلف شکنی چون سازد
هستی که بجز تکلفی نیست ترا

حق چون بجهان بود آورد ترا
بودِ همه در نمود آورد ترا
گفتی که کی آورد جهان را بوجود
آن روز که در وجود آورد ترا

گه آبِ جمال داده گلزارِ ترا
گه آتشِ قهر زد خس و خارِ ترا
ای آمده در شور که او کو او کو
این کیست که گرم کرده بازارِ ترا

آگاه نکرد عقلِ مغرور ترا
از عشق اگرچه ساخت مشهور ترا
شب دور بنورِ شمع نتوانی دید
بل بیند آنکه جوید از دور ترا

قرآن هادیست گرچه هر ملت را
اوسط خواهد نه کثرت و قلت را
هرچند عسل هست شفاء للناس
اما نه همه مرض نه هر علت را

هرگاه که شکر و شکوه بوده ترا
او چشم تو بر کارِ تو بگشوده ترا
آنکس که تو حال خود باو میگوئی
آگاه ئه که او بتو بنموده ترا

مرد آخر در نوشته بیند خود را
گر و بو اگر فرشته بیند خود را
زاں خوانند از گذشتگاں افسانه
تا هر کس از اں گذشته بیند خود را

هر یاوه چگونه رند گوید خود را
ور میگوید ز عشق گوید خود را
هم گفتنِ او گواه کذابی اوست
هندی که ز غیرِ هند گوید خود را

فانی بسلوک کرده سالک خود را
انداخته در چاهِ مهالک خود را
با عامیِ عام باش یا عارفِ خاص
یعنی مپسند بیں فالک خود را

ہ یعنی بیزاری در سلک مردان از خود

Jammu & Kashmir University Library
Accession No. 57979

بے صدرہ در بلا نہادن خود را
کس نتوانست پند دادن خود را
بسیار افتادہ کودک و گرید از درد
تا حفظ کند ز او فتادن خود را

تحقیق بگہے کہ رو نماید خود را
حق از ہمہ رو نکو نماید خود را
زانرو خود بین بخود اسیر است کہ حق
در صورت او باز نماید خود را

گہ نورِ علا مقام بینم خود را
گہ ظلّ و گہے ظلام بینم خود را
چشمم ز فلک بروں و شخصم در خاک
یارب چہ کنم کدام بینم خود را

صاحب نظرے کہ کرد روشن خود را
پیشِ حق دید آئینہ فن خود را
ھرگز نتواں دید مرا یعنی چہ
یعنی کہ یہ بین بدیدۂ من خود را

منمائے باین خلق مجازی خود را
مشہور مکن شکستہ سازی خود را
خود میدانی کہ اہلِ مجلس کورند
اے شمع بہرزہ می گدازی خود را

چون بادِ فنا گرفت پیش وپس را
جز ہیچ ہیچ کار ناید کس را
امید اگر ہست سبکباران راست
طوفان باد یار باشد خس را

یک لحظہ نکرد جرعہ مست مرا
یکدم شوخی بزم نہ نشست مرا
ہرچند نظر کردم کیفیت عمر
آن بود کہ برنیامد از دست مرا

عشق آمد و ساخت چابک وچست مرا
وز عالمِ جسم وجان برون جست مرا
از چشمۂ دیدہ آبِ حقیقت جوشید
وز گردِ مجاز خویش فروشست مرا

بے نیستی وبے کبر ونہ لاف مرا
اے جان جہاں جائے معافست مرا
بر من عمل تباہ اثبات مکن
بر ہیچ خود چو اعتراف است مرا

ہرگاہ آمد ہستی من یاد مرا
در ہفت اندام لرزہ افتاد مرا
یعنی ہرگہ بکس نزاعے کردم
ہر خشم من سزائے من داد مرا

گہ گریہ کہ بہرہ نیفتاد مرا
گہ آہ کہ رفت عمر برباد مرا
یکسو غم زیست یکسو اندیشۂ مرگ
بردند خدا پرستی از یاد مرا

با بد زسخن باو نظر کرد ترا
وز خانۂ حرف سر بدر کرد ترا
چوں یار بگوچہ زد نوائے وگذشت
از رفتن خویش خبر کرد مرا

از جام یقین شراب دادند مرا
وز عین حقیقت آب دادند مرا
از آدم تا خاتم ہر کس را خواندم
در پردۂ من جواب دادند مرا

در خلق اگر شمارہ گدا بود مرا
از پردۂ توحید نوا بود مرا
ہر چند کہ مرد بود بیگانہ بمن
ہر چیز کہ گفت آشنا بود مرا

اے ساقی عشق بے خبر ساز مرا
در بے خبری زیر و زبر ساز مرا
زین ہستیٔ خویشتن ملولم بسیار
جامے بادہ و کس و کو ساز مرا

دعوائے خوش نیست گرچہ با ناس مرا
یعنی میدار گو بدم پاس مرا
فرمود کہ لا نبی بعدی احمد
آما نہ شنیدہ ام کہ مشناس مرا

می آید ازیں هستی من ننگ مرا
بیروں ز حلیۂ هست آهنگ مرا
از من دوں تر ضعیف تر شخصے نیست
دیں طرفہ کہ هست عالمے تنگ مرا

هاں غیر مگوئے آدم و خاتم را
از خویش طلب لکن ایں دم و آں دم را
کافیست ترا شخص بود سایۂ تو
اظهار حقیقت همہ عالم را

پیوستہ کشم تمتع یک دم را
صد محنت گرم و سرد بیش و کم را
از بہر جہاں کہ طعمۂ خواهم خورد
برداشتہ ام گرانیٔ عالم را

اے جان و دل آزردہ و ریش تو مرا
هر دم زخمے ز تیر کیش تو مرا
خوش نیست زحد بروں چری ورنہ
باید بے حد نیاز پیش تو مرا

هست از هستیٔ خویش اکراه مرا
غیر از الله نیست دل خواه مرا
من فارغم از سود و زیان عالم
حبّ لله است و بغض لله مرا

اشارہ بحدیث الحب لله والبغض لله

بگرفته ز بس عشق سراپائے مرا
نگذاشته در خاطرِ من جائے مرا
امروز چناں پُرست از وائے دلِ تنگ
کانجا نبود رهِ غمِ فردائے مرا

پُر شد

تسبیح چه سود مردِ بے عرفاں را
جز آنکه شناسد مگراں سلطاں را
هر چیز که گوید آدمی تسبیح است
گر بشناسد به واجبی سبحاں را

آں گنجِ خفی نکرد ظاهر شاں را
تا خلق نکرد حضرتِ انساں را
شمع است نماینده کس در شب تار
هر چند که خود ساخته باشد آں را

عالم جنگست مختلف کیشان را
با جمله یگانگی حق اندیشان را
هر شاه بحفظ مذهبی و دینی است
توحید نبود غیر درویشان را

بگذار بکار خویشتن مردان را
بپسند امید و بیم این و آن را
هر چیز که جز توکل و تفویض است
جز وسوسه نیست رجم کن شیطان را

جانان خواهند عاشقان نه جان را
جنگ است بجان و دل غم هجران را
از هرچه ابا کرده دل صاحب دل
صد واسطه پیدا شد منع آن را

تا نبز تحیت و تحیت خوان را
از بی غرضی شناس پاکی جان را
چیزے نه نبود به از دعا انسان را
اما نه لب گدا نخواهند آن را

غرض = مطلب
ابا – انکار

تفویض = سپردن کار بخدا

عالم که اله آفریده است آن را
بدگفتن آن رخنه کند ایمان را
نشناختگان مختلف نیک و بد اند
بد ممکن نیست دیدهٔ عرفان را

هر نفس بدے نیک شود عرفان را
گر بشناسی بحکم صاحب شان را
سگ اہل محله را بود دربانے
ہر چند که دزد خوش ندارد آنرا

آن راه که اہل خبر پویند آن را
راہیست که ترکِ خویش گویند آن را
حق بیشتر است از تو در جستن تو
خود چیست سوائے او که جویند آنرا

ما بین دو عقل و علم هفتونان را
یک ابلہیست بندره دونان را
زان بند اگر روی به آستوزین سو
ابله بینی ہمه فلاطونان را

مفعولن در بحر اخرم - مستفعلن - فاعلن

نارستہ زخود نخواستہ جاناں را
نہ اینان راست راہ نہ آناں را
مغرور در اغنیا رو فاسق در جبر
راہے بمیان صدر و ورہ دانا نرا

رستہ زخود - بے نفس کے - نخواستہ جاناں - زحق اغنیا - اغنیا کی - جبر - مجبوری

اغنیا - امیر

ردیف (ب)

خورشید صفت نمودی و بردی تاب
از ہر کہ بجز تست دریں دیر خراب
کردی نظرے و عالم دل بردی،
آرے آرے بقدر خیر است ثواب

ہیخواہ گر آدمی زحق راہِ ثواب
کارے ہمیکن کہ یابی اجری و ثواب
دست بد عاتی و از جود تہی
یکساں آید بپائے مانندِ دواب

دواب - چوپائے/جانوران

دنیا چہ بود بچشم عالی مشرب
آب و علفِ خرانِ بے ربط و ادب
خلقے بخروش و درمیاں چیزے نہ،
چندیں غوغا و قصہ این است عجب

جانم ز وصال بر فروزاں یارب
چشمم ز جمالِ بد بدوزاں یارب
پروردۂ لذت جملہ سرتاپایم،
پروردۂ خویش را مسوزاں یارب

از عبد بہ گفتگوئے عبدست طلب
بل باعثِ گویائی رب است طلب
فرشِ آدم عرش است کہ در خلوتِ راز
یا ربی عبد گفت یا عبدی رب

جز نورِ احد بینش را نیست ادب
از نقش و عدد بغیر کوری مطلب
در وحدتِ آفتاب روشن شد روز،
با کثرتِ سیارہ سیاہ آمد شب

هان زشت فراموش کن و خوب طلب
در محو محب لقائے محبوب طلب
از بند طلب پائے برون نہ دیگر
یعنی سر آن بدست مطلوب طلب

تا چند ازین فقر غنائے بطلب
از اصل بفرع رہنمائے بطلب
در شیخی و زاہدی ممان عاشق شو
از بوم چه خیزدت ہمائے بطلب

در یاری نیست ہرگزم کام و طرب
جز پاس دل یار که این است ادب
در عشق دوئی راه ندارد یعنی
یا خاطر خویش یا دل دوست طلب

۵ کہ مستعد نیست ادب
با مرد ہمان کند که آتش بحطب
گر نیست جمالیت بعشاق مباش
خود خصم خود است زشت آئینه طلب

۵ خدا کی تلاش میں تو یہ خواہش کر کہ تیرے بلانے سے وہ ملجائیگا - بلکہ خدا کے ہاتھ میں اس طلب کے سرے کو چھوڑ دے یعنی خدا میں فنا ہو کر بقا حاصل کر

در وجه اشد خلق چه زشت و چه خوب
محو اند چو انجم بر مهر و مغلوب
در عین علیؑ نور الوهیت بود
زاں بود تعین خلافت محجوب

زاہد ہمہ روز گوشۂ غم تائب
تا خلق شود ببندر گشتش راغب
گفتند بعنکبوت چند از خانہ
گفتا ترسم مگس فتد من غائب

ہستی ہمہ انگشت ہنر ہا ہمہ عیب
ناگاہ چو افتاد بر او پرتو غیب
نیلوفر صبح خود نمائی میکرد
چوں مہر بلند شد فرو رفت بہ جیب

اندیشۂ عیب تا کنی نیست نصیب
در منزل توحید کہ آنجاست حبیب
تا چند ازیں و آں دعا میخواہی
رو با حق کن کہ اوست داعی و مجیب

تا چند پئے جنت ابلہ ترغیب
آزار کشی و بازمانی ز حبیب
زانگو کہ اہلِ زرق دستاں سازند
یک شہوتِ را ہزار عفت بفریب

ہر لحظہ جمالے و جلالیست زغیب
گہ جملہ ہنر بینی و گاہے ہمہ عیب
غیر از یک شاہ نیست موجود و لے
بر روئے یقیں نقاب شک دارد۔ و ریب

گو خلق فن تو جوئی اے محرم غیب
بگذار نو راہ و رسمِ بیہشی شک و ریب
ہیموں کہ کند روش چو آدم ہنر است
آدم گر شود منقلد ہیموں عیب

لئے دولتِ جم[۱] طلب نہ جاہِ گشتاسپ[۲]
آدم نشود کسے بگاؤ خر و اسپ
بہتر ز تو ہیچ چیز در عالم نیست
دست از ہمہ باز دار و بر خویش بچسپ

حواس نفسانی کے حاصل کرنے میں ہزار طرح کی باتیں اس کے جواز کے لئے کہتے ہیں۔

دستاں۔ مکر و فریب

؎ ہیموں بہ معنی بند۔

[۱] جمشید [۲] گشتاسپ

ردیف (ت)

سلطانِ ازل که سایه بر ما انداخت
چوں پرتوِ خود بباغ و صحرا انداخت
بنشاند ببزمِ خاصِ اہلِ دل را
نا اہلاں را وعدہ بفردا انداخت

عارف چو نظر بمردِ مغفور انداخت
از یک نظرش بعالمِ نور انداخت
آنرا که براند پئے علم و عمل
نا قابلِ دید و ز خودش دور انداخت

گر مرکبِ عشقِ نیکواں خواہی تاخت
با سوختگی چو شمع می باید ساخت
دانی ز چہ شد شاہدِ ہر بزمے شمع
کاسائشِ جمع جست و خود را در باخت

در عرصهٔ عالم کہ بسے طرح انداخت
ہر کس خرے اسپے و فیلے ناخت
جز در چیدن ندیدم و برچیدن
معلوم نشد کہ برد بازی وکہ باخت

در عرصهٔ عالم کہ بسے طرح انداخت
ہر کس بطریق و روشے اسپے ناخت
دیدم کہ بشاہ کہ نتواں دیدش
بشناختمش چنانکہ نتوانش شناخت

بے نقطۂ خود کس ایں دوائر نشناخت
غافل زیں دم اول و آخر نشناخت
او را خواہی ز وقت خود دور مشو
غائب چہ شناخت آنچہ حاضر نشناخت

آگاہ چو گوش بر حقیقت انداخت
در شاہ و گدا یک نفسش سرخوش ساخت
در صنعت نائی چہ تفاوت واقع
گر نغمہ بلند کرد وگر پست نواخت

دل سخت مکن دانہ صفت چون کم بخت
بر فرش بہار اب و ام و ارخ و اخت
در خلق ظہور عشق تکمیل ویست
ہیزم پئے آتش است و آتش پئے پخت

ہرچند کہ ہست دولت از نعمت و بخت
باریست گران چو شد بروں از حد سخت
بسیاری مال و جاہ مرد آفت اوست
انبوہئے میوہ بشکند شاخ درخت

مرد آنچہ تمام عمر ہستی اندوخت
ناگہ ہمہ را بیکدم از عشق فروخت
بست از خاشاک خانہ درویشی
بیکدم بچراغے کہ برافروخت بسوخت،

صاحب نظرے کہ در بقا حال افروخت
از ہرچہ فناست چشم امید بدوخت
تا گشت دل تو پاک خلقے مردند
تا خام نہ پخت ہیمہ بسیار بسوخت"

ندوزون

ملا شیدای ساوجی

ابن یمین

صاحب نظرے کہ در بقا جان افروخت
از ہر چہ فناست چشم امید بدوخت
تا گشت دل تو پاک خلقے شد خاک
تا خامی پخت ہمہ بسیار بسوخت

بشنو سخنے کہ اہلِ ہدایت کندت
در ہر دو جہاں کار کفایت کندت
در خدمت کوش و در ادب تا ہمہ جا
درویش دعا غنی رعایت کندت

ہرگز بمکانے نبرد آنکہ خورت
کانجا نشود میلِ مکانِ دگرت
تا دل بفضائے لامکانت نرود
ہر جا کہ روی کم نشود دردِ سرت

دنیائے دنی بیک صفت محبوب است
ہر چند کہ غالبے درو مغلوب است
میگفت بشکوہ کون خر با سر خر
جو را تو خوری و چوب را من خوب است

ای آنکه ز معرفت بغرفت تاج است
با نشئه شی که عالمش محتاج است
بگشای نظر که هر نظر دیداریست
بردار قدم که هر قدم معراج است

سرچشمهٔ قیل و قال جمهور کجاست
آرامگه تشنهٔ مهجور کجاست
هر کس بگرفته پرتوی از دگری
کس آگه نیست کاصل این نور کجاست

هرجا عشق است کام و ناکام کجاست
سیمرغ اسیر دانه و دام کجاست
افسانهٔ هر دو کون بر دل خواندم
او می نالد همانکه آرام کجاست

عهد و پیوند خلق عالم هیچ است
امید و هراس و شادی و غم هیچ است
جان را با تن چو نسبتی اصلی نیست
صد ساله ملاقات بیکدم هیچ است

فرشتے دیدم کہ نقش او ہوش رباست
ہفروش براہے کہ نہ حدّش پیداست
ہرکس کہ ز رہ رسید یک لحظہ بر او
بنشست و شمرد نقش چند و برخاست

دنیا کاہلش اسیر چون و چند است
عبرت گہ مردم سعادتمند است
زندان نہ ہمیں دزد و غدار ابند است
ایشا نزاد و دیگران را پند است

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چند است
نامی چند است و بہر عامی چند است
تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست
جوشے ز پئے پختن خامی چند است

آنکس کہ مقیم گوشۂ فقر و فناست
داند کہ بقائے رہروان تا بکجاست
احوال زمانہ گوشہ گیران دانند
بازی ز کنارِ عرصہ بہتر پیداست

در دیدۂ عقل کش مہ از کہ پیداست
کوری دلِ غافل خود بہ پیداست
زانگونہ کہ پیشِ مردم بینندہ
بیعزتی گدائے فربہ پیداست

صبح است گل و نسیم را بازار است
در ہرچہ نظر کنی دگر دیدار است
ہر خار و خس باغ جمالے دارد
لیکن ز من و تو دیدہ در کار است

ہر چند کہ عقل مرد برکار تر است
سنگین تر و بیش تر و گرفتار تر است
سبقت برہِ عشق ز ترکِ ہستی است
از قافلہ پیشتر سبکبار تر است

از خلق جہاں آنکہ خبردار تر است
مفلس تر و خاموش تر و بیکار تر است
در باغ بہ سرو باغبانے میگفت
خوش میوہ تر ایں درخت کم بار تر است

نادار تر و مفلس تر

در محبوبی هر آنکه او بیشتر است
در حقِ محبّان کرم اندیش تر است
گفتند بعاشقی که محبوب تو کیست
گفتا آنکس که لطفِ او بیشتر است

درویش ز اهلِ فضل وارسته تر است
دل خسته تر است هر که دل بسته تر است
یک ذره به تراز و نظرے کن که درو
هر سر که سبک تر است بر جسته تر است

تحقیقِ گذشتنی خوش آینده تر است
از هر روشے قدر فزاینده تر است
نرمی و لطافت است صیادی خلق
دامانِ حریر خس رباینده تر است

صاحب نظرِ عشق که عالی گهر است
آزادگیش ز هر دو عالم بدر است
عزّ و نیاز ز اهلِ دنیاست همه
فتدیه که وجود گذرنده گاه و خر است

تا لعل لبش آب بر آب رز است
من می نخورم ز شیشه کو خام پرست
از دیدن ما یار شود در رنگ برنگ
ما بی رنگیم و یار ما رنگ رز است

گر با خودی از خوف و رجا در دسر است
ور با خلقی ز ماجرا در دسر است
از فقر ملال و از غنا در دسر است
حاصل همه چیز جز خدا در دسر است

آن کو در خوف و در رجا بار ورست
ز انسانی و آدمی گری بی خبر است
کونِ خر را آنچه بود شایسته
چوب خر کار و دست کیخنت کراست

این هستی تو هستی هست دگر است
این مستی تو مستی مست دگر است
زنهار مشو غره که دستی دارم
کین دست تو آستین دست دگر است

موجود یکے و چند و چوں زود و راست
ہر چند باسم و صفتِ مذکور است،
خلق اندہمیں اسے کلے و شر بے آرے
آب و گل ہم باب و گل معمور است

جنّت ز لقائے دوست پرتوگیر است
ہر فرع کہ ہست اصل را تفسیر است
خندیدنِ مرد صورتِ خوش وقتیست،
زاں گونہ کہ گل بہار را تعبیر است

خلقِ خوشِ تو بہار و باغِ تو بس است
تسلیم و رضا چشم و چراغِ تو بس است
ورنہ انکہ نعوذ باللہ ایں وصفِ تو نیست
محرومئ ایں خصال داغِ تو بس است

آنم کہ خروش و جوشِ من یکنفس است
ہر دم مبتلم بسوئے ہر چیز و کس است
دریائے محبت است ایں سینۂ من،
در ہر موجش ہزار خاشاک و خس است،

گفتم کہ دو بوس زاں لبانم ہوس است
یک بوسہ بداد و گفت حالا بس است
گفتم دگرے خندہ زد و گفت آرے
در آرزوے دو بارہ بسیار کس است

ہر چند کہ مرد لب خمش رو ترش است
گر ہم نفسے بود سبک روح خوش است
یعنی کہ سخن محسّرکے میخواہد
گر خود دریا است بے نسیمے خمش است

ہر چیز بوصل و ہجر معشوق وش است
پیوستہ اگر بود ملال است و غش است
خوشتر ز نفس نیست کسے را چیزے
آں نیز ہمی در آید و رفت خوش است

با ذات بہ صفت گر انید خوشست
نغمہ بہ آہنگ سر انید خوشست
از بہر خدا ہیچ عمل ضایع نیست
در خلد زہر درکہ در آیند خوشست

وصلِ تو بہر صفت کہ جویند خوش است
راہِ تو بہر قدم کہ پویند خوش است
روئے تو بہر چشم کہ بینند نکوست
نامِ تو بہر زباں کہ گویند خوش است

کامل متواضع و نیاز اندیش است
ناقص متکبر است و کبرش کیش است
خورشید مرید ذرہائے خویش است
ہر چند کمال بیش ازاں اوت بیش است

ایں بادیہ کش مہالکہ بیش از بیش است
گلہاش تمام خار و خارش نیش است
بے ناں نروی کہ ہیچش آبادی نیست
آبے بردار کہ تشنگی در پیش است

راضی بودن ازانکہ اہلِ سخط است
با یاری اہلِ کفر بر یک نمط است
لطفے کہ بجائے خود ونیا شد قہر است
چشمے کہ بچشم خانہ نبود سقط است

ملا طغرا

ہر چند انساں از قلمِ صنع خط است
بسیار خیالِ غلطش در نمط است
سبحان اللہ چہ حکمت پاکیؑ است
یک نکتہ راست کاندر و صد غلط است

ایں خلق کہ عقل را بخود ناخلف است
بے خوف و رجائے نار و جنت تلف است
چوں خر کہ براہِ راست آرند او را
خوفِ چوب است یا رجائے علف است

جہد است و طلب کہ چست و رفت ناک است
دیگر ہمہ کاہلی آب و خاک است
اشکم زدو یدن آں سر کو دریافت
ہر طفل کہ شوخ نیست بے ادراک است

ہر چند کہ حق بری ز تحت و فوق است
از دیدارش دو کون محوِ شوق است
بے خود ہمہ در نظارہ آں ذات ابد
ایں خوف و رجا نیست کہ شوق و ذوق است

ہر کس کہ دریں جہانِ رنگارنگ است
بازش بسوئے شہرِ عدم آہنگ است
خلق بسیار و اندک گذرند
یک یک گذرند غالبا رہ تنگ است

در مشربِ آنکس کہ بیاں را اہل است
علمے کہ بعشق رہ نیابد جہل است
ایں نکتہ خوش آمدم کہ مستے میگفت
ہر بادہ کہ نشّہ ندارد سہل است

کامل گوید جہاں تمام و اہل است
ناقص گوید کہ کو نہ است و سہل است
شطرنج ہماں عرصہ ہماں رخت ہماں
ایں بردن و باختن ز علم و جہل است

سلطانی و کبر و عجب و مستی سہل است
درویشی و فقر و تنگدستی سہل است
خود را برساں بہ جائے جاودانی
ورنہ دو سہ روز ہرچہ ہستی سہل است

چوں یم از ماست آبِ یم ہم از ماست
بسیار چو از ماست کم ہم از ماست
ما اہلِ دلیم و عالمے زیرِ نظر
چوں جام بدستِ ماست جم ہم از ماست

بسیار ابلہ کہ عاقلش تسلیم است
از زر دو قبول دلش در بیم است
در کوچۂ تنگیے کہ خرے میگذرد
رہ دادنِ او نہ از رہِ تعظیم است

در دورِ فلک کہ بردن و باختن است
ہر اوج پئے حضیض در ساختن است
غافل باشد کہ رفعتِ خود داند
برداشتنی کہ بہرِ انداختن است

ہر چند ترا ملالِ لب دوختن است
استعدادِ جمال اندوختن است
افسردگیٔ تو گرمی آرد آخر
ہر شمع کہ ہست بہر افروختن است

دائم دل و جاں از و درافروختن است
گر ساختن است از و و گر سوختن است
از حق کرم و لطف تمنا کردن
مہر و مہ را روشنی آموختن است

کبر و نخوت نہ از خرد داشتن است
بل خلقے را بخویش بد داشتن است
خلق عالم بتمام اعضائے ہم اند
تعظیم ہمہ حرمت خود داشتن است

توحید چو آفتاب تاباں شدن است
زیں شپرہ طبعاں نہ ہراساں شدن است
گر خلق ایں است عزلتے لازم نیست
از کور چہ احتیاج پنہاں شدن است

کس را چہ غم زبان ہر مرد و زن است
تا در پے سود خواہی خویشتن است
در دہر بس ایام شریفست اما
طاعون و وبا ملتمس گورکن است

یادِ تو اگر مونسِ جانِ منست
در عالمِ آرامِ من آتش فگن است
این قصہ کہ باور نکند از من کہ مرا
گلزارِ بہشت دوزخِ شعلہ زن است

ہرچند کہ عالمے بمن نعرہ زن است
از من نبرند آنچہ آں حقِ من است
در محکمۂ قضا کرا از ہر دعوے
من خاموشم وکیلِ من در سخن است

پرسیدم از ابلیس کہ ہجراں وطن است
چوں آدمیاں چرا نہ طاعت نہ فن است
گفتا کہ نشد کار مرا با ایں راست
ورنہ بد و نیک در جہاں پیشِ من است

بے بہرہ ز خلقم آنچہ بہر است ایں است
وارستگی از بلائے دہر است ایں است
بگذشت ز من تندئ گر بیہے گفتم
آں لطف کہ در صورتِ قہر است ایں است

در وے نرسد کسے جلالش اینست
او در ہمہ کس رسد جمالش اینست
جز در خود نیست جائے گنجائش او
تو ترکِ خیال کن وصالش اینست

موجودِ حقیقی یکے و یک دیں است
ہر چند کہ او معنیٔ یک آئیں است
ہر کس گوید کہ من چنیم نہ چنان
اشخاص مجاز را حقیقت ایں است

مخلص می باش حق گذاری ایں است
نیکی ہیور زخیر جاری ایں است
جز حق ہمہ ست و ہر کسے بد مپسند
تفسیر کلام رستگاری ایں است

شورید ۂ عشق را کہ بے تمکیں است
در کل ہمہ گفتگوئے جز و ایں است
در بحر بکشتی آب جو میدارند
زانروئے کہ بحر تلخ و جو شیریں است

پیری ہمہ یاس است۔ مشوش زانست
برنائیؔ۔ امید۔ خرم و خوش زانست
در باغ جہاں کہ جز اجل چیزے نیست،
گل مژدۂ میوہ است دلکش زانست

خوش آنکہ بوصل خویش واصل شدہ است
بیروں از قیدِ سہل و مشکل شدہ است
فخر از عزت مدار و ننگ از خواری،
کایں خاک بسے گُل شدہ و گِل شدہ است

حق کز ہمہ چیز جلّ رب خواں شدہ است
از غایت پیدائیؔ پنہاں شدہ است
او در سخن و زباں او نشناسند؛
حاجت بہ ثبوت از پیٔ آں شدہ است

عارف زخم عشق شرابے زدہ است
زاہد در زہدِ خویش خوابے زدہ است
عالم چو کتابست و در و ہر شخصے
بر قدر طبیعت انتخابے زدہ است،

قحطے

قحطے صروان قادراں آمدہ است
وقت دونان قاصراں آمدہ است
خامند وکج وخورد وہمہ خلق آرے
پاکیز جہاں بآخراں آمدہ است

باآنکہ فلک زکاف ولون آمدہ است
بسیار تہی وبدسکون آمدہ است
در جامِ حباب آب نتواں خوردن
ہر چند کہ از آب بروں آمدہ است

چندانکہ در و لطافت ومحبوبی است
در جانِ من آرزوے آں مطلوبی است
چوں ماہ تمام مہر آمزد شدہ ام
آرے آرے عشق بقدرِ خوبی است

عارف کہ دلش آئینہ صنعِ خدا است
زاں آئینہ انوارِ الٰہی پیدا است
ہر کس کہ بحق سپرد خود را حق است
چوں قطرہ ببحر متصل شد دریا است

تاج

هرچند ظهورِ واجب اندر همه جاست
عرفانِ وجوب با تنگ ظرف کجاست
از مایهٔ بحر کیسه خالی باشد،
هرچند حباب درمیانِ دریاست

هرچند که علم و جهلِ ما پیش و پسے است
جاہل مشو و بدان که در علم کسے است
شخصے که اگر چیزے ندانست مخند
بگری که ترا نیز ندانسته بسے است

آنرا که بتحقیق نظر افتاد است،
هر نیک و بدے که هست دلشاد است
کج بودنِ زلف و راستیٔ قامت
عاقل داند که کارِ یک استاد است

ما و ام که مرد پائے بند دنیا است
اظهارِ غناش دعوئے بے معنےٰ است
تن نان خواہد اگرچه جانش پاک است
خرے که و جو میرد اگر از عیسیٰ است

کاه

یکچند ز قیل و قال صهبا نوشی است
وانگاه بحالِ زار هم آغوشی است
چون جوشیدن که هست بهرِ پختن
مقصد ز خروش این همه خاموشی است

این پاک نهاد کش جبلّت خاکی است
دینش همه خاموشی و ملت پاکی است
بسیاریِ گفت از کمیِّ عقل است
تیزیِّ نفس دلیلِ علّت ناکی است

هر کس بکسِ دگر بدعوی بهی است
این فتنه خروش گنبدِ چرخ تهی است
چون آمده ایم جمله از عالمِ غیب
خوئے اصلی هر کسے بادشهی است

مادام که سرِّ مَن عَرَف پیدا نیست
جز خدمتِ مردانِ رهت مبدا نیست
اے یک شمه ندیده از خویش و هنوز
وقتِ طلب است وقتِ استغنا نیست

آنرا کہ ز ہر دو کون استغنا نیست
در بارگہِ عشقِ مقدس جا نیست
ہر جا کہ مگس پرد چہ بالا و چہ پست
جز شیفتۂ دریوزۂ حلوا نیست

شاہست قضا کہ رابتش حاجت نیست
وز غایتِ شان روایتش حاجت نیست
یعنی بسخن چو راستی پیشہ کنی،
سوگند و حدیث و آیتش حاجت نیست

یک کس کہ از و بوئے وجود آید نیست
یک حرف کہ از روئے شہود آید نیست
ہر چند در اوضاعِ جہاں می نگرم،
یک چیز کہ دل بآں فرود آید نیست

دردِ ما را کہ غیر یاور خور نیست
غیر از تسلیم چارۂ دیگر نیست
خاموشانش بکشتگاں می مانند
قطعِ نفس از قطعِ گلو کمتر نیست

در منزلِ ما دنیا و دیں ہرگز نیست
غیر از یکذات در یقیں ہرگز نیست
تا در سیری سخنے و فوقے داری
در راہ دو بر زیں ہرگز نیست

گلزار جہاں کہ آب در جانش نیست
بے ابرِ ترحم تو بارانش نیست
از بسکہ لطیفی و شریفی و جمیل
کس نیست کہ از تو چشم احسانش نیست

کس را احدؔ تقرب صائغ نیست
صائغ ہمہ تا نرسد فارغ نیست
رد نیست بہ بزمِ شہ گدا را اما
گر شاہ رود بکنج او مانع نیست

کوچک بودن بزرگ را کوچک نیست
آں کوچکی از کمال باشد شک نیست
ور زانکہ پدر زباں کودک گوید
عاقل داند کہ آں پدر کودک نیست

یک تن بہ ہمہ جہاں آب و گل نیست
گورا چو تو رنج و راحتے حاصل نیست
ہر جاں دارے چو خویش باید دانست
ہر کس کہ ندانست چنیں عادل نیست،

آدم ہتی از وصف نکو آدم نیست
ہر دل رنجاں زشت خو آدم نیست
ہر کس کہ ندیدہ او خراشئے از عشق
انکارۂ آدم است او آدم نیست

پیش عارف دو کون جز یکدم نیست
خوف غیر از کوتہی آدم نیست
بگریخت ز جنگ طفلے از طفلے گفت
خواہی آمد بکوچۂ ما غم نیست

مسکیں انساں کہ ہیچگہ خرّم نیست
در ہیچ صفت خلاصیش از غم نیست
گویند کہ فقر از بلاہاست اماں
ایں نیز ز ہیچ ابتلائے کم نیست،

جز در پئے کام خلق سرگرداں نیست
کس را خبرے ز ربِّ جسم و جاں نیست
ماہی را قوت غیر آبست در آب
آں آب اگرچہ بود نقش امکاں نیست

در عشق کہ جز مے بقا خوردن نیست
جز جاں دادن دلیلِ جاں بردن نیست
گفتم کہ ترا شناسم آنگہ میرم
گفتا کہ شناسائے مرا مردن نیست

گر انسانی مایہ ازیں افزوں نیست
واگرو بخود کہ از تو کس بیروں نیست
تن داری و دل داری و جان و جاناں
چیزے دیگر چگونہ یابی چوں نیست

گستاخ شدن بہ اہلِ دل نیکو نیست
ہر چند کہ آواز خلق خوش بد خو نیست
از قربِ مکاں چہ سود گر جاں دور است
خر ہمرہِ عیسیٰ است ولے با او نیست

سررشتهٔ اختیار در دست تو نیست
لیکن معلوم فطرت پست تو نیست
تدبیر چو نگین و تقدیر چو نقش
در دست تو هست لیک در دست تو نیست

از نور یقین در دل کس تا ضو نیست
جز وهم و گمان خویش راهبرو نیست
تاریکیٔ خانه از حجاب است همه
هرگز خورشید ممسک پرتو نیست

سررشتهٔ حب جز غم و بگسیخته نیست
تا از خلقے و لطفے او یخته نیست
هرکس با وائے شده محبوب کسے
بے واسطهٔ محبت انگیخته نیست

هرکس که پے حرص و هوا کاسته نیست
غیر از معنی ز عالمش خواسته نیست
این چرخ فلک با همه سیاره و سیر
در دیدهٔ بیدار من آراسته نیست

لمعهٔ ذرهٔ خورشید — سایهٔ روشنی

جز وجه الله دلیل وجه الله نیست
این دیده وری بنور مهر و مه نیست
در ورطهٔ عشق عقل جز ابله نیست
غوّاصان را شمع دلیل ره نیست

۱۹۶۶ء

عارف ز پی خیالها ابله نیست
شمع ره او بغیر وجه الله نیست
وسواس امید و بیم از خلد و جحیم
آنکس دارد که حق به او همره نیست

مغرور خرد که جز کم و کوته نیست
شایستهٔ نظارهٔ وجه الله نیست
پروانه بگرد شمع زان می‌گردد
کو را خبری ز آفتاب و مه نیست

این خلق که جز گمشدهٔ وادی نیست
تا نور ازل در این رهش هادی نیست
این علم عنایتی است تعلیمی نه
زانم سیر شاگردی و استادی نیست

۱۹۶۵ء

چوں شمع کہ غیر گریہ ام کارے نیست
جز در غم آفتاب رخسارے نیست
در آتشم از دوری او - و شادم ،
کورا - ز جدائی من - آزارے نیست

در دیدۂ معرفت اگر کوری نیست
بر وجہِ خدا حجابِ مستوری نیست
دوریٔ تو از مطالب مختلف است
مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

جز درد طبیب را عناں گیرے نیست
ایں کار بزہد و عقل و تدبیرے نیست
چوں تیر کہ بے کماں نیاید ز و کار
در نالۂ بے گناہ تاثیرے نیست

عالم شہادت

تا از ہمہ ملکیت ہمرازی نیست
بالعبتِ ظن و وہم جز بازی نیست
یعنی آں کش وصالِ حق میخوانی ،
جز آں کہ بروزگار در سازی نیست ،

من میگویم قطع تو ا چیزے نیست
او میگوید کسبِ ہوا چیزے نیست
ہر چند نگاہ میکنم ہستیٔ من
جز حاجتِ چند نارو ا چیزے نیست

در وہم تو زاہد از قدم چیزے نیست
بیرون ز حدوثِ کیف و کم چیزے نیست
گفتی چیزے چہ میکنم جز اللہ
باللہ کہ اللہِ تو ہم چیزے نیست

در راہِ خدا کہ غیر جز زرقے نیست
ہر نیک و بدی کہ ہست جز عرفے نیست
نارستہ ز خود چہ زاہد و چہ فاسق
ہر دو یک اند از ہم شان فرقے نیست

در ذات کہ ہیچ چیزے را دخلے نیست
ہرگز خوار و عزیز را دخلے نیست
در پردۂ عشق عقل را رہ ندہند
کاندر وحدت تمیز را دخلے نیست

ای آنکه نظیرت بجهان ثانی نیست
آنجا که کمال تست نقصانی نیست
جز تو که احدی و خود نداری ثانی
هر چیز که واحدیست بی ثانی نیست

جز عشق سخن گوئی و سخن دانی نیست
در هست درو خلوت جانانی نیست
هستی عشق است و هر چه جز عشق بود
غیر از غوغائی جامه و نانی نیست

هر جسم اگرچه خالی از جانی نیست
در هر جانی خلوت جانانی نیست
در هر قعر عمان نیابی مضمر
در هر ظلمت چشمهٔ حیوانی نیست

هر چیز به ضد خویش در جلوه گریست
بی ظلمت نور کس نداند که چیست
هر ذره را نور شمع افزاید قدر
خورشید به شرق و غرب اگر ظهر نیست

دنیا بغیر تمنائے تو نتواند داشت
دیدہ بجز آرائے تو نتواند داشت
اے وقفِ جمال تو دلِ و دیدہ من،
غیر از تو کسے جائے تو نتواند داشت

۶۵ اے خدا دنیا کو بجز تیرے کسی کی خواہش نہ رکھنا چاہیئے۔ ہر ایک کو بجز تیرے جمال کے کچھ نہ دیکھنا چاہیئے۔ تیرا میں تو دل و جان سے تیرا عاشق ہوں۔ سوا تیرے اور کسی غیر کی جگہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

آدم ہر چند پایۂ سہل نداشت
از نکتۂ تحقیق بجز جہل نداشت
خاموش ازاں شدیم کاندر عالم
رازِ دلِ ما بغیر ما اہلِ نداشت

ہر کس دہیم عرض کالائے داشت
عارِ پستی و فخر بالائے داشت
واں ہم کہ بگوشہ نشست و لب بست
با خلق دراں صفت علالائے داشت

---

۶۶ آدم رائے فرد بابست گذاشت
ور عالمین جود بابست گذاشت
گر بود دہر از خواری پستی او
زانگونہ کہ خاک بود بابست گذاشت

۶۶ کہ انسان کو اے خدا ذلت میں مت چھوڑ بلکہ بخشش کے شہنشاہی چاہیئے۔ اگر یہ چھوڑنا چاہے تو ذلت و منتشر ... خوار دنیا میں ... اسکو عالی تھا ... چھوڑنا چاہتا تھا۔

آنرا که ز هر دو کون استغنا نیست
در بارگهِ عشق مقدس جا نیست
هر جا که مگس پر و چه بالا و چه پست
جز شیفته در لوردهٔ حلوا نیست

شاهست قضا که رائیتش حاجت نیست
وز غایتِ شان روائیتش حاجت نیست
یعنی بسخن چو راستی پیشه کنی
سوگند و حدیث و آیتش حاجت نیست

یک کس که از و بوئے وجود آید نیست
یک حرف که از روئے شهود آید نیست
هر چند در او صنایعِ جهان می نگرم
یک چیز که دل بآں فرود آید نیست

دردِ ما را که غیر ما در خور نیست
غیر از تسلیم چارهٔ دیگر نیست
خاموشانش بکشتگاں می مانند
قطعِ نفس از قطعِ گلو کمتر نیست

در منزلِ ما دنیا و دیں ہرگز نیست
غیر از یکذات در یقیں ہرگز نیست
تا در سیری سختۂ وفوقے داری
در راہ دو بر زمیں ہرگز نیست

گلزارِ جہاں کہ آب در جانش نیست
بے ابرِ ترحّم تو بارانش نیست
از بسکہ لطیفی و شریفی و جمیل
کس نیست کہ از تو چشمِ احسانش نیست

کس را احدّ تقرب صانع نیست
صانع ہمہ تا نرسد فارغ نیست
رہ نیست بہ بزمِ شہ گدا را امّا
گر شاہ رود بکنجِ او مانع نیست

کوچک بودن بزرگ را کوچک نیست
آں کوچکی از کمال باشد شک نیست
ور زانکہ پدر زبانِ کودک گوید
عاقل داند کہ آں پدر کودک نیست

یک تن بہ ہمہ جہاں آب و گل نیست
گو را چو نور رخ و راحتے حاصل نیست
ہر جاں دارے چو خویش باید دانست
ہر کس کہ ندانست چنیں عادل نیست

آدم ہتی از وصف نکو آدم نیست
ہر دل رنجاں زشت خو آدم نیست
ہر کس کہ ندیدہ او خراشئے از عشق
انگارہ آدم است او آدم نیست

پیش عارف دو کون جز یکدم نیست
خوف غیر از کو ہتی آدم نیست
بگریخت ز جنگ طفلے از طفلے گفت
خواہی آمد بکوچہ ما غم نیست

مسکیں انساں کہ ہیچگہ خرم نیست
در ہیچ صفت خلاصیش از غم نیست
گویند کہ فقر از بلاہاست اماں
ایں نیز ز ہیچ ابتلائے کم نیست

جز در پے کام خلق سرگرداں نیست
کس را خبرے ز ربِّ جسم و جاں نیست
ماہی را قوت غیر آب است در آب
آں آب اگرچہ بودنش امکاں نیست

در عشق کہ جز مے بقا خوردن نیست
جز جاں دادن دلیلِ جاں بردن نیست
گفتم کہ ترا شناسم آنگہ میرم
گفتا کہ شناسائے مرا مردن نیست

گر انسانی مایہ ازیں افزوں نیست
و اگر و بخود کہ از تو کس بیروں نیست
تن داری و دل داری و جان و جاناں
چیزے دیگر چگونہ یابی چوں نیست

گستاخ شدن بہ اہلِ دل نیکو نیست
ہر چند کہ آوا زخلقِ خوش بدخو نیست
از قربِ مکاں چہ سود گر جاں دور است
خر ہمرہِ عیسٰی است و لیے با او نیست

[illegible]
جاں بردن = زندہ رہنا یا بچنا

سررشتهٔ اختیار در دستِ تو نیست
لیکن معلوم فطرتِ پستِ تو نیست
تدبیر چو کعبتین و تقدیر چو نقش
در دستِ تو هست لیک در دستِ تو نیست

از نورِ یقین در دلِ کس تا ضو نیست
جز وہم و گمانِ خویش را رہرو نیست
تاریکیِ خانہ از حجاب است ہمہ
ہرگز خورشیدِ ممسکِ پرتو نیست

سررشتۂ حب جز کرم و بگسیختہ نیست
تا از خلقے و لطفے آویختہ نیست
ہرکس باداے شدہ محبوب کسے
بے واسطۂ محبت انگیختہ نیست

ہرکس کہ پئے حرص و ہوا کاستہ نیست
غیر از معنی ز عالمش خواستہ نیست
این چرخِ فلک با ہمہ سیارہ و سیر
در دیدۂ بیدار من آراستہ نیست

جز وجه الله دلیل وجه الله نیست
این دیده وری بنور مهر و مه نیست
در ورطهٔ عشق عقل جز ابله نیست
غواصان را شمع دلیل ره نیست

عارف ز پے خیالها ابله نیست
شمع ره او بغیر وجه الله نیست
وسواس امید و بیم از خلد و جحیم
آنکس دارد که حق به او همره نیست

مغرور خرد که جز کم و کوته نیست
شایستهٔ نظارهٔ وجه الله نیست
پروانه بگرد شمع زان میگردد
کو را خبرے ز آفتاب و مه نیست

این خلق که جز گم شدهٔ وادی نیست
تا نور ازل درین رهش هادی نیست
این علم عنایتے است تعلیمی نه
زانکه سر شاگردی و استادی نیست

چون شمع که غیر گریه ام کارے نیست
جز درد و غم آفتاب رخسارے نیست
در آتشم از دوری او- و شادم،
کورا- ز جدائی من- آزارے نیست

در دیدهٔ معرفت اگر کوری نیست
بر وجهِ خدا حجابِ مستوری نیست
دوری تو از مطالب مختلف است
مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

جز درد طبیب راعناں گیرے نیست
ایں کار بزہد و عقل و تدبیرے نیست
چوں تیر کہ بے کماں نیاید ز دو کار
در نالۂ بے گناہ تاثیرے نیست

تا از ہمہ ملکیت ہمرازی نیست
بالعبث ظن و وہم جز بازی نیست
یعنی آں کششِ وصالِ حق میخوانی،
جز آں کہ بروزگار دمسازی نیست،

من میگویم قطع تو اچیزے نیست
او میگوید کسب ہوا چیزے نیست
ہر چند نگاه میکنم ہستی من
جز حاجت چند نار و اچیزے نیست

در وہم تو زاہد از قدم چیزے نیست
بیرون ز حدوث کیف و کم چیزے نیست
گفتی چیزے چه میکنم جز الله
بالله که الله تو ہم چیزے نیست

در راه خدا که غیر جز نه رفے نیست
ہر نیک و بدی که ہست جز عرفے نیست
نارستہ ز خود چه زاہد و چه فاسق
ہر دو یک اند از ہم شان فرقے نیست

در ذات که ہیچ چیزے را دخلے نیست
ہرگز خوار و عزیز را دخلے نیست
در پرده عشق عقل را راه نه دہند
کاندر وحدت تمیز را دخلے نیست

اے آنکہ نظیرت بجہانبانی نیست
آنجا کہ کمال تست نقصانی نیست
جز تو کہ احدی و خوندارے ثانی
ہر چیز کہ واحد یست بے ثانی نیست

جز عشق سخن گوئی و سخن دانے نیست
در ہست در و خلوت جانانے نیست
ہستی عشق است و ہر چہ جز عشق بود
غیر از غوغائے جامہ و نانے نیست

ہر جسم اگر چہ خالی از جانے نیست
در ہر جانے خلوت جانانے نیست
در ہر فقر غنا نیابی مضمر
در ہر ظلمت چشمۂ حیوانے نیست

ہر چیز بہ ضد خویش در جلوہ گریست
بے ظلمت نور کس ندانست کہ چیست
ہر ذرہ را نور نمع افزاید قدر
خورشید بہ شرق و غرب اگر جلوہ گریست

ے دنیا غیر تمنائے تو نتواند داشت
دیدہ بجز آرائے تو نتواند داشت
اے وقف جمال تو دلِ و دیدہ من،
غیر از تو کسے جائے تو نتواند داشت

ے اے خدا دنیا کو بجز تیرے کسی کی خواہش نہ رکھنا چاہیے - ہر نگہ کو بجز تیرے جمال کے کچھ نہ دیکھنا چاہیے میں تو دل و جان سے تیرا عاشق ہوں، بس اے تیرے اور کہیں میری جگہ نہیں، رکھنا چاہیے -

آدم ہر چند پایہ سہل نداشت
از نکتہ تحقیق بجز جہل نداشت
خاموش ازاں شدیم کاندر عالم
رازِ دلِ ما بغیر ما اہلِ نداشت

ہر کس دہ ہمہ عرض کالائے داشت
عار پستی و فخر بالائے داشت
واں ہم کہ بگوشہ نشست و لب بست
با خلق و راں صفت علالائے داشت

ے آدم راکہ فرو د بالست گذاشت
در ذلت جود بایست گذاشت
گر بود دہر او خواری و پستی او
زانگونہ کہ خاک بود بالست گذاشت

ے کہ انسان کو اے خدا ذلت میں مت چھوڑ بلکہ بخشش کے سپرد کیا ہے۔ اگرچہ چھوڑنا چاہیے تو ذلت و منشا اس کا ہے اور تیرے تو خوار کر دیا تھا تو بھی اس کو بلند کر کے چھوڑنا چاہتا تھا

عارف از خود میانِ این خلق درشت
شمع دل را میانِ آب و گل کشت
فخریست بزرگ جستنت مذہب و بو
جز شیرِ شکم ندیدم و شومیِ پشت

تا چند مجاز و آرزوہائے درشت
تا کے سوئے ہر حقیقتی کردن پشت
عمرے بہ ہوائے شہوتی نتواں گشت
صد اسپ بہ جستنِ خرے نتواں کشت

تا کردہ بسوئے ہستیِ ذاتی پشت
نہ اول و آخرست و نہ نرم و درشت
اے عشق بیا و در بہا وقت مرا
کاین عقل مرا بعاقبت بینی کشت

بر وحدتِ ما نہ ہر کسے دانا گشت
ورگشت ہماں زماں کہ محوِ ما گشت
ما در ہمہ کس رسیم و کس در ما نہ
کے جوئے بسر چشمہ تواند وا گشت

[illegible]

هرچند که مرد لب خمش رو زشت است
گر هم نفسی بود سبکروح خوش است
یعنی که سخن محرکی می خواهد،
گر در پایبست بی تبسم نشست

ذکرِ احد است آنچه کند پاک سرشت
نه بیم جهنّم و نه امّیدِ بهشت
مخلص نبود کسی که سوی جانان
در نامه بغیر عرضِ اخلاص نوشت

بهره طلبی است مطلبِ اہلِ سرشت
صورت خوب است پیشِ او معنی زشت
آری آنرا که شیر خواهد از گاو
گوساله پرکاه به از حورِ بهشت

از خویش رمیده را چه مسجد چه کنشت
توحید گزیده را چه خوب است و چه زشت
خلقی ز پئے بہشت بے آرام اند
وین طرفه که نیست جز در آرام بہشت

باید چو زرت گداخت اے پاک سرشت
تا غش رود از تو یعنی اندیشۂ زشت
القصہ کہ در عالمِ زشت و زیبا
با خام چو دوزخیم و با پختہ بہشت

از خویشی رہیدہ را چہ مسجد چہ کنشت
توحید گزیدہ را نہ خوب است نہ زشت
خلقے ز پئے بہشت بے آرامند
وین طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

کس نیست از آں گنجِ بقا مستطاعت
جز ہستیٔ تو طلسم فسق و طاعت
آنجاست ترا رہِ بہشتِ جاوید
کازاد شوی ز خویشتن یکساعت

ہر عارف کہ عشق راہبر یافت
تختے ز زمیں ز آسماں افسر یافت
گر یکدم با حضورِ دل بنشیند
از دل یابد ہر آنچہ پیغمبر یافت

ہر کس رہے بعالم عرفاں یافت
در ہر جا تجلیٔ جاناں یافت
ہر جزو درے گشود در عالم کُل
یعنی کہ بروں ز جزو کُل نتواں یافت

انساں کہ بغیر درد و ساز نیافت
اسنے بجہاں قصہ پرداز نیافت
تا غافل بود محرم راز نبود
چوں محرم راز گشت ہمراز نیافت

عاشق دل را بجز و ابد رام نیافت
تا از کفِ ساقیِ ازل جام نیافت
جز وصلِ الٰہ زندہ دل کام نیافت
بے بحر مُردہ ماہی آرام نیافت

خود را چو نکافتی گرا خواہی کافت
ہر ذرہ شکافتی گرا خواہی نافت
در آئینۂ جہاں کہ جز عکس نبود
خود را چو نیافتی گرا خواہی یافت

بے ہمنفسے نباید اسرار بگفت
چوں حسن کہ بے آئینہ ماند بنہفت
در ہر کہ رسی چو خویش دانش ورنہ
پیوستہ معطلی چو کفشِ بے جفت

ناداں ز عمل کرانہ نتواند رفت
در معنیٔ ایں فسانہ نتواند رفت
کودک ہر چند خانہ بتواند ساخت
لیکن بدرونِ خانہ نتواند رفت

آں سوے یکے دو گو کجا نتواں رفت
تا گشتہ ز خویشتن جدا نتواں رفت
سوے در دوست سر نہادیم و شدیم
آرے رہِ عشق را بپا نتواں رفت

زاہد طلب از سپہر کم کام گرفت
آں کو قانعِ خود جام گرفت
آں شاہ کہ بود عالمے تنگ برو
بنگر بدو گز زمیں چہ آرام گرفت

عارف کہ دلش ز عالم ہست گرفت
مصحف بنہاد و جام در دست گرفت
از بسکہ ز عقل و ہوش گردید ملول،
طور مجنون و شیوۂ مست گرفت

بے عشق کسے نام جہاں را نگرفت
تا عاشق چیزے نشد آں را نگرفت
تا عشق نبود جسم جاں را نگرفت
تا گرم نشد تنور ناں را نگرفت

صاحب نظرے کہ او کدورت نگرفت
جز نقش تو در نظر ضرورت نگرفت
خورشید در آرزوئے ہمچوں تو شدن،
ہر چند کہ جہد کرد صورت نگرفت

ہر کس کہ جہان بے نہایت نگرفت
ہرگز قدمے راہ ہدایت نگرفت
یعنی تا مرد محوِ توحید نشد،
بوئے ز نبوّت و ولایت نگرفت

جان جز پئے تفرید قدم بر نگرفت
تا دور نگشت تن از و رہ نگرفت
اہل دل را بتن پرست آمیزش
چون صحبت آفتاب و شپر نگرفت

خوش آنکہ تجلیِ صحبتش در نگرفت
پردہ از راز جز بحق بر نگرفت
گر زانکہ کسی بجز تو ناکس باری
خس گرچہ خس است دامن تر نگرفت

بیدار شد دل و حیائے نگرفت
تا پرتو آفتاب ذاتے نگرفت
بسیار بگردید بغیر از توحید
بر ہیچ عقیدہ ثباتے نگرفت

شیخ سوئے برائے استغفار رفت
چون باران شد گریخت تا ناودار رفت
رندے گفتش کہ مدعا چیست گریز
این را کہ شنید حال کرد و از جا رفت

تا کے گوئی دل و زبان و جاں رفت
آمیزش آب و گل رہا کن کاں رفت
تجرید برائے انقطاعِ خلق است
عیسیٰ بفلک زبیمِ خر طبعاں رفت

دل را در عشق جہد بالا شد و رفت
تا گہ مجذوبِ حق تعالیٰ شد و رفت
چوں مرغِ گراں کہ اندکے راہ دوید
آنگاہ بزورِ بال بالا شد و رفت

عمرم ہمہ صرف این چہ و چوں شد و رفت
خوں گشت دل و ز دیدہ بیروں شد و رفت
نہ عقل خموش شد نہ من اہلِ صلاح
افسوس ز دل کہ درمیاں خوں شد و رفت

ہر نکتہ کہ رو نمود و دل برد نہفت
چوں گفتنش ملال شد با آں جفت
یعنی کہ معانی کہ جہانِ ازل اند
در جانب دید جو نہ در جانب گفت

نسخہ افسوس کہ درمیان دل خوں شد و رفت

ہر چیز مکذّب و مصدّق میگفت
حق بود کہ رازِ خویش مطلق میگفت
ہر کس میگفت حق منم حق بمن است
چوں نیک خبردار شدم حق میگفت

از یک قلم است دل بہ او مؤتلف است
گر دال برایں صفحہ بود گر الف است
توحید گزیں و متفق شو بہمہ
تا رہ نزند مذاہبِ مختلف است

گر بے بصرے پند ترا نپذیرفت
بشکیب کہ دہرش چو او گشت بمفت
زراتنی فرعون کہ قولِ لیّن ،
نشنید ز موسیٰ آخر از نیل شگفت

بشنو سخنے کہ ہست چوں جامِ جمت
تا بربانند ز شکوۂ کام نخمت
ہر کس پئے لذّتے اسیرِ گدیہ است
یعنی شاکیست دانۂ دامِ دمت

جاناں کردہ تجلّئی بر جانب
زاں بیخودی و مظنّۂ ہجرانت
پیدائی او چو میکند پنہانت
ہاجران تو از تست نہ از جانانت

ما را بجہاں گرچہ خوشِ سخنست
آنکس کہ سخن باو بست قدسش وطنست
ماہند مکان و دولت بیرون زمکاں،
بلبل بہ قفس نالہ و گل در چمنست

خاکِ رہِ فقر شو نہ خوارِ منّت
صد محنتؒ بہ کہ یک غبارِ منّت
جنّت گر و عمل ازاں کرد کرم،
کاو پسندید بر تو بارِ منّت

عالم کہ بسیط و واسع و بوالعجبست
در خدمت تست اگر ہزارش طلبست
بُعدِ افلاک از تو از حرمت تست
دور استادن زشہ سپہ را ادبست

نہ صد کوہ بلا بہ کہ غبار منت

بادشاہ سے سپاہ کا دور کھڑا ہونا بوجہ ادب شاہی کے

هرگه که دمی زد بم زبان صبح الست
پشتِ شبِ هستی از گرانیش شکست
دردا که درین قافله همراهی نیست
تا بر خرِ او توان دمے بار بہ بست

از هر تقلید تا شود کار درست
تحقیق همی ز خویش میباید جست
امر و نهی رسول بشرطِ راهست
منزل دادن ز حق واو خود بالست

در دورِ سپهر کال ربا بندہ لست
حسن عملست آنکه پا بندہ لست
تا پیش چه آید م با خر گفتی
هم رفته لست آنکه آ بندہ لست

اے عید ترا احد حصول از رب جست
جز حرفے چند دعوی از مذهب جست
کس را نرسد ز عشق جز گفتارے
جو را از آب غیر نیست لب جست

نادیده ز روزگار بس رنج و شکست
با مردم رہ دان نتوانست نشست
مرغے ناگہ ز کشتی کرد ہوا
چوں بحر بدید باز در کشتی جست

گر نیکو بخت رود - گر بدبخت است
خوں در دلش از بیم اجل صد لخت است
ایں بند چہ بند ست کہ بر پائے ہمہ
بنہادن سہل و بر گرفتن سخت است

راہیست ز میخانہ بمقصد پیوست
از جانب کعبہ ہم رہ دیگر ہست
آمارہ میخانہ ز آبادانی دور
راہیست کہ کاسہ میتوان داد بدست

عالم ہمہ در چشم کسے کز خود رست
فرعے است باصل در رگست و پیوست
ہر جوئے کہ پیوند بدریا دارد
آنرا ہمہ آب گندہ نہ بیل و نہ دست

از ناشناسان چه سود ناسے بفرست
وارستهٔ از امید و ہراسے بفرست
اے بائع و مشتری بازارِ وجود
قدرے دادی قدرشناسے بفرست

ہر کس روشِ دینِ خود از غیرے جُست
عارف روشِ خود ز خود آموخت نخست
ہر عضو کہ شد نجس بآبش شویند
جز دیدہ کہ غُسلِ خود بآبِ خود شُست

حق با ہمہ و کس نہ وصالش دانست
ہر کس چیزے بقدرِ حالش دانست
بس نکتہ کہ مبتدی بنادانی گفت
چوں دید در انتہا کمالش دانست

اے در رہِ حق نرفتہ یک گام درست
وے طاعتِ تو بنزدِ یزداں ہمہ سُست
رمزیست و ضو، نابدانی کاوّل
دست از ہمہ کارِ دہر میباید شُست

ہر کس کہ ز بادۂ محبت شد مست
از اہلِ مجاز نفی امید نہ بست
یا تیغ علم کرد و جہان را بگرفت
یا از ہمہ فرد گشت و کنجے بنشست

با ذات بہر صفت گرایند خوش ست
نغمہ بہر آہنگ سرایند خوش ست
از بہر خدا ہیچ عمل ضایع نیست
در خلد ز ہر در کہ در آیند خوش ست

دل پیشِ کسے رفت کہ بے ماش خوش ست
غم خوش نبود و لیک غمہاش خوش ست
جاں میطلبد بمنت ہم روزے چند
در جاں سخنے نیست تقاضاش خوش ست

خورشید صفت یکیست بر اوج است
ہمچوں سایہ دو عالم او را شدہ پست
نفی توحید از پئے خلق مکن ،
سر را نتواں بخاطرِ پائے شکست

تا مرد درین سرائے ریو و رنگ است
یک لحظہ اگر نشیند ایمن ز ننگ است
کوتہ نظریست خوشدلی در دنیا
چشم ہمہ وقت خندہ زانرو تنگ است

در چشم کسے راز دار ازلست
جز وارستن ز خویش کار دغلست
این جہد نہ جہد خار را املست
وین عمر نہ عمر انتظار اجلست

راز دل را زبان نخواہد دانست
اسرار یقین گمان نخواہد دانست
ہرکس کہ اہلست حق
ورنیست بصد زبان نخواہد دانست

بے دستانیم و دہر بے دستانست
بے پا یانیم و دہر بے پایانست
از خضر چہ چشم رہنمائی داریم
او نیز درین بادیہ سرگردانست

عارف بجہاں نہ کم نہ افزوں دانست
بل شرح درونِ خویش و بیروں دانست
یعنی آنرا کہ عمرہا ہجراں گفت
چوں واقف شد وصال بیچوں دانست

صاحب نظرے کہ ایں ہمہ دانستست
گفتا کہ ندانستہ ام اما دانست
علم و فن چیست عشق تا پیدا شد
گو اسم بداں انکہ مسما دانست

قدسی ز تعقلِ بشر پنہانست
ہر چند کہ اورا بمیانِ جانست
آں شخص کہ از ذکر اسمتے ظاہر شد
او نیز چو دیگراں دراں حیرانست

آنجا کہ کمالِ طینتِ مردانست
پاک از تاثیر و گردشِ دورانست
علم و عملے کہ رہ ندارد بخدا
ہمچوں دندانِ اوّلِ طفلانست

عاشق را ہر چہ آرزوئے جانست
آں در جانش ظہوری از جانانست
با گریہ و زاری و دعا می طلبد
چیزے کہ درو ست ملک او جویانست

فقرے دارم کہ فخر را زش با اوست
ہر خالص و قلب امتیازش با اوست
ہر چند کہ خود سنگِ محک روسیہ است
ہر جا کہ زرے ہست نیازش با اوست

عالم بہ فغان لا الٰہ الا ہوست
جاہل بگماں کہ دشمن است ایں یا دوست
دریا بہ وجودِ خویش موجے دارد
خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

تا ہمراہی بہ نفس کارت نہ نکوست
ور بے اوئی نہ مغز داری نہ پوست
با ہوش بزی کہ در نہاد است ترا
خصمے کہ مدارِ زندگانی با اوست

تعریفِ سرشت ہر کس و مشربِ اوست
ہر رنگ حکایتے کہ آں بر لبِ اوست
قولِ فاحش ز عیبِ نفس و عقل است
فرزندِ کچل ز خبثِ اُمّ و ابِ اوست

زائد طلبیِ آدمی علّتِ اوست
خوش آں کہ بداد ساختن ملّتِ اوست
لذّت طلبد ز کثرتِ دنیا خلق
خود لذتِ او تمام در قلّتِ اوست

غیرم یارم غمم فرح دشمنِ اوست
نورم ظلمت لحمم فزوں مغزم پوست
بجوو بہزار رنگ برمی آیم
ایں من نہ منم کہ دفترِ حکمتِ اوست

ہستی نہ ہمیں است استخوان و رگ و پوست
اندیشۂ اوست گر بد و گر نیکو است
ہستی بمرادِ خویش زیستن است
آنکس کہ بکامِ دیگرے زیست نہ اوست

عاشق که سرای نور کاشانهٔ اوست
عالم همه ظلمت است و بیگانهٔ اوست
پروانه از آن بشمع در می آید
کو میداند که آن درِ خانهٔ اوست

افسرده دلے که عقل افسانهٔ اوست
هر نکته که آشناست بیگانهٔ اوست
از آتشِ عشق هر که افروخت چو شمع
هر رازِ نهان که هست پروانهٔ اوست

کس چیزے را اگرچه بسیار نکوست
بے ظن تمتعے نمی دارد دوست
طبع ار آمد بطرف باغ و لب کشت
کان میداند که عاقبت روزی اوست

از بیم و امید این بد و آن نیکوست
در وسواس است غیر محوِ رخِ دوست
فارغ ز دو عالم بیادش یعنی
هر جا که غمے است در فراموشی اوست

دل لذتِ طبع را همیدارد دوست
الا بهمین که طبع بی او نه نکوست
عاقل نخورد بازئ طفلی هرگز
ور نیز خورد برائے خوشحالی اوست

کارم ز فلک شکایت خانهٔ اوست
او نیز بمن گرفته و عربده جوست
زانگونه که میوه در عین کمال
هم پوست ز مغز نیک و هم مغز ز پوست

از دوست در آئینهٔ عالم با دوست
وصلیست مدام کاهلِ آن وصل هم اوست
وصلی که تو نقش بندی آن هرگز نیست
گر در طلبش هزار سالت تگ و پوست

در هر که رسی نکو ببین گو نیکوست
کو ساخته و خواستهٔ حضرتِ اوست
بر بی سر و سامانئ من عیب مکن
شاید که مراد دوست چنین دارد دوست

اہل دنیا کہ گروہ باشہوت خوست
ہر کس کہ زند بہ سخن کند دشمن اوست
ہر خفتہ کہ خواب او خوش است و شیریں
بیدار کنندہ را نپندارد دوست

در عالم اگر ہست بد و گر نیکوست
قدر ہر کس بقدر نفعے کہ دروست
چیزے بکف آر یا ز کس مہر مخواہ
فلاں شاں را کسے نپندارد دوست

غم نیست نکو ولے اثر باش نکوست
تاریکی شب بد و۔ سحر باش نکوست
دنیا بے آن خوشست کان ناروبیست
دلالہ نکو نیست خبر باش نکوست

ایں سو ہمہ طعنۂ رقیب بدگوست
آنسو نگر ہم تیغ بے لطفئ اوست
حاصل بجہان عشق کاں عرصۂ اوست
گہ کشتۂ دشمنم و گہ کشتۂ دوست

پا برہنہ
پرسید یکے ز بشر حافی کائے دوست
ہر چہ برہنہ پائیت عادت و خوست
گفتا کہ جہاں مسند شاہ ہست ہمہ
بر مسند شاہ کفش بُردن۔ نہ نکوست

عکس نکو ارچہ ہم بمرآت نکوست
چوں عکس دراں نکو شد نہات نکوست
ہر کس بامیدی و ہراسے است نکو،
من بندۂ آنکسے کہ بلذات نکوست

بدرا بجذا اخذ انبدار دوست
از جانبِ ماست بد نہ از جانبِ اوست
آتش بچراغ نور و در خس نار است
ہر بد کہ بجائے خویش باشد نیکوست

از ہر سفلی بعلو پنہاں رہ ہست
کاں حیرانی ہر گدا و ہر شاہ ہست
نز ہند بسر بلندی از دل سبہی،
آرے در جوفِ ہر منارے چاہ ہست

حق مائل آنکس است کش داغے هست
خود را هر چند عالمے عرضه و هست
زانگونه که هر کس که جمالے دارد
یک عاشقش از هزار معشوق بهست

از چون و چرائے دو جهان آنکس رست
کز ترکِ اضافه داد توحیدش دست
اینجا بر مرد هیچ تکلیفے نیست
زانروے که او چنانکه می باید هست

عشق آمد هستئ ترا بر تو زد و رست
در مستئ او شیشهٔ ناموس شکست
پابند هست گرد یعنی آزاد بزی
از رد و قبول هر که در عالم هست

این عالم عاریت که کالائے تو نیست
در خورد تو و همت والائے تو نیست
این خلعت کهنه فلک میخواهی
گر راست شوی یکے بالائے تو هست

سه خدا اس کو چاہتا ہی جسکے دلمیں اسکی محبت کا داغ ہی گو اسکے لئے تو تمام کائنات موجود ہی۔ جس شخص میں کہ خدا کا جمال ہی اسکا ایک عاشق ہزار معشوق سی بہتر ہی۔

جز جانبِ عشق نیست هر میل که هست
هر نیک و بد و ترنّم و ویل که هست
هفتاد و دو فرقه هم طلبگار یکیست
سوئے بحر است میل هر سیل که هست

بر وقتِ شباب عیش گر صورت هست
وقتِ پیری دہد معانی همه دست
از بادِ بہار است پیامِ گلہا
از بادِ خزاں مژدهٔ هر میوه که هست

ما دام که دستِ کس به هر سودی هست
کم راه برو که غیرِ او بودی هست
بر وفقِ مرادِ تو ازاں نیست فلک
تا در یابی غیرِ تو وجودی هست

عالیقدرے که با ارازل پیوست
نبود عجبے اگر شود قدرش پست
آرے آنرا که در رهِ عام نشست
پامال اگر کنند جائے آں هست

مارا ز نبسان گز دو جہان فصلے ہست
با یار بیگانه وعدهٔ وصلے ہست
داد دل کامہائے فرع است دلیل
کاندر حق ماش فکر بر اصلی ہست

ہر جا که حدیثِ اہل و نا اہلے ہست
دشوار بخود مگیر ار سہلے ہست
زنہار که حرفِ عقل و دانش مکشا
ہر جا که محمدؐ است بوجہلے ہست

ہر بوالہوسے طفل و شے کام پرست
از بادهٔ عشق که تواند شد مست
زیں سیر دمے زد قدم و باز کشید
آنجا پنداشت نان و حلوائے ہست

جز غفلت نیست آنچه انس و شادیست
مر آدم را وحشتِ غمہا بادیست
در خانهٔ دنیا که غرور است ہمه
خنده کسبی و گریه مادر زادیست

خوش باش بآں کش از تو برخوردار نیست
ناخوش بودن مخلّل ہر یار نیست
او خود حمّالِ بار زادِ رہِ تست
منّت ماندن بر سیر او سربار نیست

ہر لحظہ تر از یار جانی خبر نیست
وز ساقیٔ عشق و جامِ عرفاں اثر نیست
ہر حرف و نگاہ و شیوہ و طور و ادا
بر میکدۂ وصال جاوید در نیست

در معرکۂ عشق نہ ہر کس غاز نیست
کانجا ہمہ با تیغ بلا دم ساز نیست
عشقے کہ چوں شیراں نکشد در خونت
عشقش نتواں گفت کہ روبہ باز نیست

در بحرِ یقیں در آ کہ تحقیق بسیست
گرداب درو چو دام و کشتی قفسیست
ہر گوش صدف حلقۂ چشم پر آب
ہر موج اشارۂ ز ابروے کسیست

رفتم سوئے آں حکیم کش دم شافیست
گفتم ز درم تو چند پندم وافیست
گفتا که مجوئی جز بمن پیوندی
گفتم که دگر گفت ہمینت کافیست

یک تن که نه راه بر فنا دارد کیست
جز حق همه را آنکه بپا دارد کیست
ما فانی و اوست باقی اخر بیان
آنکو ز فنا عزم بقا دارد کیست

هر چند که در فرع نه هر کیش یکیست
در چشم وحید وصل اندیش یکیست
چوں پرتو آفتاب کز غایت ضو
در قصر شه و کلبه درویش یکیست

در عالم اگر هزار دبیند یکیست
لیکن آنرا که اهل یقیند یکیست
اجزائے کتاب مختلف می آیند
کل را چو بگردند و به بینند یکیست

آنکس که نبایدش مے بیغش کیست
نکشند دلِ او ببوئے هر دلکش کیست
یعنی زاں لب به نکتهٔ نتواں ساخت
قانع به نمک چش از طعام خوش کیست

در مذهب عشق زهد و پیمانه یکیست
وردِ سحر و نعرهٔ مستانه یکیست
از مسجد و دیر حق پرستی غرض است
گر خانه دو تاست صاحب خانه یکیست

زدوده

چیزے بد و کون زشت یا زیبا نیست
کائینه صفت مظهرِ آں یکتا نیست
در خوف و رجائے بد و نیکم شب و روز
آخر چکنم چیز دگر پیدا نیست

گو بین که غیر زشت یا زیبا نیست
جز مظهر قهر و لطف آں یکتا نیست
یک لحظه نیم از طلبش آسوده
ایں طرفه که غیر او کسے پیدا نیست

ردیف (ث)

فانیست درین جهان چه طیّب چه خبیث
جز تارکِ جمله مکش خدا گشته مغیث
هر چیز که پیدا شده گم خواهد شد
یعنی که ببین فنایم و بگذار حدیث

خبیث = ناپاک

مغیث = فریادرس

ردیف (ج)

برهم زده خاطریم و آشفته مزاج
از حال بحال گر غنی گه محتاج
از ما مطلب قرار در شورش عشق
آرام زخس مجو بنجیر موّاج

نزا = اضطراب

۱؎
عارف ز تکبر است آزادہ مزاج
بازارِ کبار گرچہ زو یافت رواج
در کارِ نمک نمک ندارد قدرے
ہرچند باوست خوانِ شاہاں محتاج

ردیف ج

۲؎
ابنائے زمانہ زشت و نیکو ہمہ ہیچ
ایں سقف عریض و چرخ مینو ہیچ
ہرچیز کہ در حیز امکاں دیدیم
با او ہمہ ہیچ بود و بے او ہمہ ہیچ

۳؎
دنیا نہ بجز کید در و حاضر ہیچ
عمریست دوانید و نشد ظاہر ہیچ
دانی تو کہ چیست او و ہرچیز در دست
اول ہوس آنگاہ تعب آخر ہیچ

۱؎ عارف کا پایہ اس قدر بلند ہوتا ہی کہ وہ دنیا کے قیود سے آزاد رہتا ہی۔ گو بزرگان دین کی رونق اُسی سے ظاہر ہوتی ہی۔ نمک کے کھانے میں نمک کی کوئی قید نہیں۔ گو بادشاہ کے دسترخوان پر اگر نمک نہ ہو تو کل کھانے پھیکے ہیں۔

۲؎ دنیا کے لوگ [illegible] ہیچ ہیں۔

۳؎ دنیا میں [illegible]

مینو = رنگیں = فلک

ردیف (ح)

دیدی بستاں ازو کہ آید بوضوح
واںگاہ دم از مرادِ او زن چو صبوح
مدح آں نبود کہ پیش مدّاح نکوست
بل مدح آں است کش پسند و ممدوح

در کار گہ جہان معلول و صحیح
ہستند مسبّح کسے جملہ فصیح
در دیدۂ من ہمیشہ میگردد اشک
بینایاں را چہ کار غیر از تسبیح

ردیف (د)

بس سادہ دلے کز ین رہ آگاہ افتادن ‖ ن افتد
بس اہلِ خرد کہ در تنگِ چاہ افتادن ‖ ن افتد دانۂ
این کار حوالتی نہ علم و عملیست
چون گنج کہ ناگہ زاہد و راہ افتاد ‖ ن مار

سالک کہ بفکر اہل و احوال افتد
از ہمسفران خود بدنبال افتد
بر ہر قدمش چہ دگر پیش آید
مانند دانہ کو بغربال افتد

ہر شام کہ عالم از صفا می افتد
خورشید کہ از اوجِ سما می افتد
از گردشِ چرخ نا ملائم ہر روز
خشتے ز بنائے عمر ما می افتد

بس سادہ دلے کزین رہ آگاہ افتد
بس اہل خرد کہ در تہ چاہ افتد
این کار حوالتی نہ علمی عملی است
چون گنج کہ ناگہ بدان راہ افتد

عالم بودن نہ معتبر می افتد
در عشق گزان زیر و زبر می افتد
مغرور مشو بجهد و کم لاف زخویش
کاستاده زبند تشنه بتر می افتد

اندر رہِ عشق جہد بالا آید
این جذبہ مگر زحق تعالیٰ آید
از چہ نتوان رسن ببالا انداخت
باید کہ رسن بچہ ز بالا آید

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد
مپسند کہ کس راز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غمِ رزق مخور
کین ہر دو بوقتِ خویش ناچار رسد

آنرا کہ ز آسمان ندائے نرسد
از اہلِ زمین بجز بلائے نرسد
مرغے کہ زبالِ خویشتن در ماند
گو سعی مکن بپا کہ جائے نرسد

در عالم دل که خواب را نشناسد
جز سوزش و اضطراب را نشناسد
بینائی ما را همه کس میداند
کس نیست که آفتاب را نشناسد

کیفیت عشق را هوس نشناسد
سوز دل پروانه مگس نشناسد
یعنی که اشارتے که آید از دوست
جز آنکه باوست هیچ کس نشناسد

بے بهره باو نشیند و نشناسد
رنگ نمکطش گزیند و نشناسد
آنکس که شناسدش نه بیند جز او
بیگانه بپیش بیند و نشناسد

گر بر سر خاص صد قیامت باشد
در عام همه فکر اقامت باشد نسخه عالم
گفتند به خرکاری کاسپ شد مرد
گفتا خر لنگ من سلامت باشد

گر چشمِ حقیقتی نه کج مج باشد
کافر بکلیسه رود حج باشد
هر چیز که هست آنچنان میباید
ابروی تو گر راست بود کج باشد

گر مرد زخیلِ حق شناسان باشد
از هستی خویشتن هراسان باشد
کم خور کم گو ذکرِ حق کن بسیار
تا زیستن و مردنت آسان باشد

در هر چه کنی نگاه نیکو باشد
ور چشم تو گر دیدی ازان سو باشد
آنانکه کرشمه ندیدند ازو
چون و رنگری کرشمۀ او باشد

یارے چه کنی که نا مسلم باشد
با هر کس از تو پیش همدم باشد
آن یار گزین کو نبود جز بتو یار
هر چند که با تمام عالم باشد

گر همت تو بلند و نیکو باشد
اما پئے ہیچ در تگاپو باشد
تو ہیچ مخواہ تا خدا خود بدہد
یعنے همت تو چو همت او باشد

گر مرد ہمہ عمر معطل باشد
خوشتر کہ اسیر حرص مہمل باشد
گر شل کند آرزوئے ہمّا لیہا
آنش بہتر کہ ہم چنان شل باشد

تا گردش چرخ و دور مہ میباشد
بس روز بد و حال تبہ میباشد
جویائے صفائی بہ کدورت در ساز
روشنگر را دست سیہ میباشد

از خود بیروں چو جستجو پیدا شد
در دل از عشق گفتگو پیدا شد
گفتار ز خود رمید پیغام رسید
ہر جا کہ ہوا نماند ہو پیدا شد

هرچند ز کس بد عملی حاصل شد
چون نائب شد چشم جلی حاصل شد
از یکدانه که آدم از عصیان خورد
بنگر چه نبی و چه ولی حاصل شد

کوتاه نظر گر پئے هر آفل شد
عالی پنداشت رتبه و سافل شد
خر بنده ز حرص یکدو من بار فزود
از تنگی و افتادن خر غافل شد

تن دل شد و دل جان شد و جان جانان شد
جانان متجلی هو حی شان شد
زین بحر دگر نهایت پیدا نیست
این قطره ببین چه بحر بے پایان شد

زاهد که بجز پرده پندار نشد
جامش ز مے وصال سرشار نشد
هرچند سفید شده گفتم باو
از مطلق مطلقا خبردار نشد

مادام که هر دو کعبهٔ خویش نشد
در راهِ حقیقت قدمے پیش نشد
هر قافله که رفت در راهِ حجاز
جز پشتِ خرے چند دراں ریش نشد

بس جهد نمودیم جنش روم نشد
یعنی فلکِ سرکش محکوم نشد
فریاد که هرچند بریں ره رفتیم
فرع ابتر ماند و اصل معلوم نشد

پیش از مطلب اگر بمردیم چه شد
در دستِ اجل جاں بسپردیم چه شد
عارف ناگشته یکدو ناں یکدو سه روز
خوردیم چه شد وگرنه خوردیم چه شد

ماهیتِ خود اگر ندانست چه شد
یا آنکه بجد و جهد دانست چه شد
چوں نیست بغیر آب و رنج چیزے
دانست چه شد اگر ندانست چه شد

آنروز که فیض هستی آن همه شد
حق صورت آئینه جان همه شد
آنرا که زبانے و بیانے دادند
هر چیز که گفت ترجمان همه شد

گر مرد همه خلق جهان اندیشد
اندیشهٔ او بود چو زان اندیشد
ز اندیشهٔ خود برون شدن نتواند
هر چند زمین و آسمان اندیشد

حق دید کسے که اهل آگاهی شد
عکس آئینهٔ ز ماه تا ماهی شد
گر کس توئی و نور ما کسے داری
پس باز بعکس مادرت خواهی شد

در عشق ندیده ام که مردے نالد
نامرد برائے سرخ و زردے نالد
گو نیستی و بیخودی تا برهم
زین هوش که هر زمان بدردے نالد

هر ذرہ دلیل آفتاب آمد
هر چیز کہ هست در حساب آمد
با این همه ذکر چون فرامش کردی
با این غوغا چگونه خواب آمد

عالم بره و کیش تو خواهند آمد
شاهان همه درویش تو خواهند آمد
از بهر خدا نشسته فارغ ز همه
بنشین که همه پیش تو خواهند آمد

هنگام شمر و کفر و ایمان آمد
وقت تسلیم و ترک طغیان آمد
غافل منشین قیامت مرگ رسید
اے نوح سفینه ساز طوفان آمد

از بهرهٔ خویش تا نه دست افشانند
در خانهٔ حق درون شدن نتوانند
تا هستی مرد را از و نستانند
بر گنج حقیقتش این کے دانند

صاحب نظرے کہ عزت از ذل داند
جز حق ہمہ چیز را تخیل داند
سرگردانیست و از مقام خود دور
تا مرد ترقی و تنزل داند

غمگین شدہ لطفِ غمگساراں داند
چوں تشنہ گیاہ فیض باراں داند
یعنی تفرید و اربعین و عزلت
زانست کہ مرد قدرِ یاراں داند

نامردِ سخن از تو و ما می میراند
الواح خیال از عمے آمیختہ اند
زاہد گوید کہ من خدا خواہم و بس
این نیز خیالیست خدا می داند

عمہ = گمراہی
الواح = جمع لوح یعنی تختہ ہا

این خلق اگر بیش و کم نیک و بدند
چوں درنگرند دشمنِ جانِ خودند
او جے دارد چرخ خفیفے دارد
افسوس کہ ہر دو سخت نا معتمدند

گفتم که مگر قاضی و مفتی سند اند
در راهِ حقیقت و طریقت مدد اند
چوں بر سرِ راه آمدم دانستم
کیں نو سفراں نیز چو من نابلد اند

صاحب نظراں که زندهٔ جاوید اند
وارستهٔ ز بیم و فارغ از امید اند
در هر چه نظر کنند او را بینند
ذراتِ جهاں آئینهٔ خورشید اند

در عالمِ کهنه کاندرو خلق نو اند
هر کس بفسانهٔ ایش مغرور شوند
یک کس بخدا رسد که مقصود ایں ست
بهتر که هزار قوم آیند و روند

صوفی بسماع دست ازاں افشاند
تا آتشِ دل بحیلتے بنشاند
عاقل داند که دایه گهوارهٔ طفل
از بهرِ سکونِ دل میجنباند

شط = رودِ کلان = دریا
رمہ = گلۂ گوسفند

این خلق کہ بر عبادتِ حق فقط اند
بر راہِ ہلاک و بر خیالِ غلط اند
سر بر خطِ امیر او نہادہ پیوست
ہمچون رمۂ تشنہ بر اطرافِ شط اند

این خلق کہ در پئے مجاز و جدل اند
خالی ز حقیقتِ جہانِ ازل اند
جنبش نکنند جز بدنبالِ مراد
اینہا ہمہ کاہِ کہربائے امل اند

خیرِ دشترِ ہستی و دوئی خوئی نماند
اندر ہمہ جز یکے سخن گوئے نماند
رفتم ز میانِ من و یکے شد دو جہان
دیوار فتاد این سو آن سوئے نماند

این خلق کہ غرقِ شہوت و خود کامند
از صحبتِ اہلِ فقر بے آرامند
با آدمِ خاکی آدمِ آبی را
الفت نبود اگرچہ آدمِ نامند

آں را کہ نہ بر سبیل انداختہ اند
در بند بلا دبیل انداختہ اند
ایں آدم عاصی کہ اسیر فلک است
در زدیست کہ پیش فیل انداختہ اند

ہر چند کہ خلق مختلف ساختہ اند
آخر ہمہ یکسو سپر انداختہ اند
ما ساکن آستانۂ توحید یم
آنجا کہ دو کون را یکے ساختہ اند

آنانکہ رہے بسوئے جانانہ برند
بوئے ستنے ز بادِ افسانہ برند
حرفے میگوئی بو کہ رمزے یابی
بر باد دہند کاہ تا دانہ برند

آنہا کہ بداغ عشق افروختہ اند
ہر چیز کہ غیر او نبند وختہ اند
دین و دنیا و دے و فردا ہمہ را
در آرزوئے کرشمہ سوختہ اند

آنہا کہ بداغ عشق افروختہ اند
ہر چیز کہ غیر او نپسند وختہ اند
دین و دنیا و دے و فردا ہمہ را
در آرزوے کرشمۂ سوختہ اند

آنہا کہ مے از جام سروشے زدہ اند
پا بر سر ہر عقلے و ہوشے زدہ اند
چندیں سخناں کہ در جہاں می شنوی
روزے دو سہ خام چند جوشے زدہ اند

خلقے غافل ز صنع صانع شدہ اند
جز فائدہ راز خویش مانع شدہ اند
مسکیں رنداں کہ از تمام عالم
با یکدم آرمیدہ قانع شدہ اند

آنفرقہ کہ جسم و قت را جاں شدہ اند
ہر شیپرہ را چو مہر نقصاں شدہ اند
خلق حاسد ازاں سبب معتقد اند
ہر دا این گذشتہ را کہ پنہاں شدہ اند

آنانکه گذشته سر بسر بندگی اند
در کعبهٔ دوست محو یک زندگی اند
این قوم که هفتاد و دو ملت شده اند
غول ان بیابانِ پراگندگی اند

ظلم و جهل است این که خود را یابند
هر چند رخ از وجودِ اصلی تابند
انجام ظلومی و جهولی عدم است
گرچه یخ و برف غیر آب اند آبند

صاحب نظران که همچو نورِ ذاتند
دریافته هر دو کون چون مرآتند
از مشرقِ آدمی برون می تابد
آن خورشید که عالمش ذراتند

خلق ارچه بره مختلف آسا رفتند
برخاست تفاوت چو بحق وا رفتند
بیشی و کمی بعالمِ وحدت نیست
چه رود چه قطره چون بدریا رفتند

آنانکه گذشته سر بسر بندگی اند
در کعبهٔ دوست محو یک زندگی اند

ابراهیم و عیسی و موسی رفتند
افلاطون و نصیر طوسی رفتند
شیون ز برائے رفتگان میدارید
رقصید که یاران بعروسی رفتند

موجود یکیست راست کیشان گفتند
این خلق اگرچه ما و ایشان گفتند
در حق رسیدگان مقام جمع است
هر چیز که گفتند پریشان گفتند

آنانکه بکار یار بیدار گردند
انکار دو کون عار بیدار گردند
مومن اقرار کرد و کافر انکار
هستے بیکار کار بیدار گردند

هر لقمہ و جرعہ که دلکش کردند
در خوشوقتی چو شهد بیغش کردند
هرکس بجهان بکارے و چیزے خوش کرد
ارباب شناخت وقت را خوش کردند

دردِ همه عشق دردده میداند
بل دردِ وجودِ که و مه میداند
هردم تو باو ز دردِ خویش شکوه کنی — از خود
او دردِ ترا خود از تو به میداند

مردان که تمنائے غمِ دین کردند
ترکِ فن و علم و رسم و آئین کردند
غیر از تسکین کمودکی طبع نبود
هرچند خیالہائے رنگین کردند

یک چند بزیستند و آخر مردند
بازی ز جوانی غمِ پیری خوردند
در ساقیهٔ دهر که خرد برد است
چون آب دویدند و چو یخ افسردند

جان و دلِ ما محوِ جانانہ شدند
وز هر که سوائے اوست بیگانہ شدند
گشتیم چنانکه مدعائے او بود
علم و عمل و کتاب افسانہ شدند

آزاده روان کمر بصحرا بندند
همره طلبان بار بفردا بندند
اے سبزهٔ طرف جو سر از خاک برآر
زان پیش که آب راز بالا بندند

برجان و دلم که در گشاد و بندند
گاهے گریند و افغان گه خندند
گاهے سخنے که عاقلان سجده کنند
گاهے عملے که ابلهان نپسندند

در زیر فلک که اہلِ غرورے چندند
از زنده دلان غافل و دورے چندند
هرچند نگاه میکنم می بینم
کورے چندے بطوف کورے چندند

از خلق بسے مشربِ عاجل دارند
بعضے تعمیر خانهٔ دل دارند
فرق است ز کوزه گر بسے تا بنّار
هرچند که هردو دست در گل دارند

ہرچند کہ این خلق دنی ساز نزند
بر خلق دگر گشتہ سرافراز نزند
در زیرِ فلک مرغ بسے ہست ولے
مردارخوراں بلند پرواز نزند

ارباب جہاں چو اہلِ ماتم گذرند
چوں سبزہ نشیند و چو شبنم گذرند
واجب بحراست و ممکنات اندروے
چوں موج بہم رسند و از ہم گذرند

ہرچند کہ برخاک بشر میریزند
برخاستہ آں خاک زسر میریزند
گشتی گریست و ہر و شاگردش خلق
ہاں می افتند و باز برمی خیزند

گر خلق جہاں ہمہ بطاعت خیزند
صد گونہ عطا کنند خیر انگیزند
چوں نیک نظر کنی نہ بینی جز این
بحز بجربہ بجر منت آبی ریزند

جز با تو چند اگر بہم آمیزند
یا جنگ کنند باز ہم بگریزند
جائے یک کس اگر نشیند دو کس
آیند بجنگ از ہم و بر خیزند

از شاہ سپہ زحصر بیروں ترسند
از ہیبتِ عالمے بسے دوں ترسند
عالم از ضبط بادشاہیست حکیم
ورنہ از یک کس ایں ہمہ چوں ترسند

آں کل زمیں جزو رازِ مبہم طلبد
تا عجز آرد بگریہ و غم طلبد
دزدند بسے ز طفل چیزے بمزاح
آنگہ طلبند از دکا او ہم طلبد

انساں بدم بیاں جہاں را جاں داد
یعنی ہر چیز بود شرح آں داد
آں بادہ کہ عرش و فرش مستند ازو
ساقیٔ ازل بساغر انساں داد

ایں خلق بسے مشرب عاجل دارند
بے یعنی تعمیر خانهٔ دل دارند
فرق ست بسے ز کوزه گر تا ہناں
ہر چند کہ ہر دو دست در گل دارند

از لحمی و شحم گفت و دیدے آورد
میرے و اشہبے ز آب پلیدے آورد
سیل ہمه در محیطِ او صافی شد
گر بر دیزید بایزیدے آورد

روزے کہ اجل درِ امل می بندد
یک کس میگرید و یکے می خندد
گر بنده ز کامِ خود جدا میگردد
خنداں بمرادِ خویش می پیوندد

ہر کس کہ قدم بہ سیر ایّام نہاد
جز در پئے عادتے نہ یک گام نہاد
غول آمد و برد مردم عالم را
و انرا افیون و بنگ و مے نام نہاد

بس جهد نمودیم جبش روم نشد
یعنی فلک سرکش محکوم نشد
فریاد که هرچند بدین ره رفتیم
فرع الله ماند و اصل معدوم نشد

بینندهٔ رهِ وصل احدی جوید
هر سو پسے ارچه نیک و بد می پوید
یعنی نورهٔ خود بصارت می زد
هر کس سخنے برائے خود می گوید

هرچند فسانهٔ بےعدد می خوانند
خود را بخیال نیک و بد می خوانند
آن گور که بهرام برو داغ نهاد
دنیاست که یکچند ز خود می خوانند

در دهر نه بسکه خلق غیر اندیشند
یک مومن نیست جمله کافر کیشند
این قوم چنین که قدر هم می شکنند
بد نام کنانِ روزگارِ خویشند

گاہے بغم این جہان زمن تاب برو
گاہے بخیال آن جہان خواب برو
حاصل چو حباب بر سر بحر خیال
گہ باد - دو اندم - گہے آب برو

ہر چند کہ شکلے خوش و زیبا سازند
در پردۂ او ببیں کہ چہ می پردازند
با ہر دلبر کرشمہ آموزی ہست
بے تاثیر ست ساز نا نوازند

آنکو فرعش ز اصل بو می آرد
او از ہمہ سو بخویش رو می آرد
آنکس کہ کتاب زہ خبر می گوید
او کے بکتاب سر فرو می آرد

در دورِ فلک کہ بیش و کم می آرد
وان بیش و کم آئینہ ہم می آرد
صاحب کرمے کہ از کرم خرم نیست
نانِ او را مخور کہ غم می آرد

گاہے چیزیست معتقد - می سازد
بعد از چند باز او می سازد
یعنی کہ جہاں بخود نہ خوبست و نہ زشت
او در نظر تو نیک و بد می سازد

ہیچوں طرحے ظہوری اندازد
غیب ہمہ بر حضور می اندازد
اما تعمیق فیلسوفانۂ تو
زین نزدیکت بدور می اندازد

ہر کس باشد روئے بہ ہر جا دارد
او صورت حال خود تمنا دارد
بے مغز انرا سوئے خود میخواند
کوس شاہی کایں ہمہ غوغا دارد

ہستی کہ باصل خویش وحدت دارد
در دیدۂ احول تو کثرت دارد
آئینہ بشکست شکستہ است ازاں
یک عکس در و ہزار صورت دارد

هر کس بهره ز دین و ملت دارد
سرّ توحید در جبلت دارد
علم و عمل تهی ز توحید ریاست
در پوست که مغز نیست علت دارد

هر یار اگرچه یارِ دیگر دارد
یارِ از پی اعتبارِ دیگر دارد
پر بر تن مرغ نیست بیکار یکی
امّا پر و بال کارِ دیگر دارد

انسان شرف و دولتِ شان هم دارد
از حضرتِ ایزدی نشان هم دارد
گویند که جان ندارد ایزد امّا
این طرفه شبیهی است که جان هم دارد

تا حضرتِ حق در بریا جان دارد
رزق همه روزیم فراوان دارد
سررشتهٔ روزی بنفس وابسته است
گاه در گرو خویش بدکان دارد

دنیا که هزار مست و شیدا دارد
زهریست که در قند و شکر جا دارد
هیچست و کرشمهای رعنا دارد
زشتست و مقامات زیبا دارد

عالم که بسی فسانه و فن دارد
نار است آنرا که نور ایمن دارد
هرچند که خانه پر ز نقش است و نگار
هر زاغ مسکین چشم بروزن دارد

عالم همه درد است طبیبی دارد
یعنی که محبت حبیبی دارد
کس نیست که از عشق در دوری نیست
هر ذره ز خورشید نصیبی دارد

هست همه را حکیم ذو المنن دارد
هرچند که عالمی من و من دارد
جز صاحب کالا نبرد کالا را
هرچند که حمال بگردن دارد

نـ از من

م طالب احسان

هستی همه را حکیم ذوالمنن دارد
هرچند که خلق عالمی من و من دارد

هر کس خبرے از رہِ یاری دارد
اندر رہِ یار خاکساری دارد
دانی ز ہمہ گرانتر آں بہ گفتن
آں کز ہمہ بیش بردباری دارد

درد ہر کہ قہر و ضد قہرے دارد
ہر کس باشد فقیرے و بہرے دارد
داریم ہزار درد و یکدرماں نہ
خوش آں زہرے کہ پائے زہری دارد

عارف ہر چند پائے لغزے دارد
بیروں از خود مقام نغزے دارد
افتادگی صاحب دل خواہد شد
آرے شکند ہر چہ مغزے دارد

عاشق کہ نہ خانہ نے دُکانے دارد
از عالم لامکاں نشانے دارد
از تن بر مدوے کہ او زندہ اوست
در گور نخسپد آنکہ جانے دارد

گو آنکه دماغ آشنائی دارد
در دست چراغ آشنائی دارد
گل نیست درین باغ برنگِ دلِ من
جز لاله که داغ آشنائی دارد

در هر که رسید یاری پندارد
در هر جنبش قراری پندارد
بیچاره نو آشناست در بحر وجود،
هر موجے را کناری پندارد

ما را از جهان که نام بس منزل برد
ساقی الست مست لایعقل برد
اے جنت و نار آنچه انجاست بما،
صورت منمائید که معنی دل برد،

ارباب هوس که نشۂ دنیا برد
هم دنیا را امتطنۂ عقبیٰ برد
نقد است امروز عیش سرمد اما
طولِ املش بنسیۂ فردا برد

حرص و امل آنکه عشق و شورش ببرد
از دیدهٔ حق شناس نورش ببرد
دنیا دهدش کام و غلامش بگیرد
زن مرد بپرورد که زورش ببرد

شخصے چندیں خیالها کرد و بمرد
معدوم شد و راه بموجود نبرد
تنها نه تو این خیال را صیدی بس
کاین غول بسے چون تو درین وادی خورد

جز اہل دل که جان جاویدان برد
یعنی که بعشق زنده شد و ز خود مرد
خلقے فانی چه بادشاه و چه گدا
خس بر سر سیل چه بزرگ و چه خورد

یک پرتو او بهر چه افگنده شود
گر مردهٔ صدساله بود زنده شود
عشق است که گر جانب کافر گیرد
اسلام بسجودش آرد و بنده شود

از خوان سپهر هیچکس بهره نبرد
وین مادر دهر هر که زاد بخورد
افسوس که بی‌مراد باید زیست
فریاد که ناامیدی می باید مُرد

در دنیای دون که کس ازو بهره نبرد
آرام نیافت نے بزرگ و نے خورد
درویش بشکوه کین چه عمر است مرا
منعم نالان که آه میباید مرد

از پیش روان پیروی خلق سزد
شکرانه که دور جز دم خوش نزد
بر قافله که رفت بر راه حجاز
جز پشت خرے چند دران ریش نشد

اجزا همه را خرد بشرع ار بسپرد
خود را دگرے دید بکل راه نبرد
زانسان که ز چار صفه در یک صفه
استاد سفیهی که سه دید و سه شمرد

دہر[۱] این ہمہ کز قضائے اللہ کشد
غافل کند و کور نہ آگاہ کشد
جلاد بنزد شہ گنہگاران را
شرط است کہ چشم بندد آنگاہ کشد

زاں روز کہ راہ من درین دہر فتاد
یکرہ پیچند با کسم دست نداد
این شیوہ زہیچکس نیاموختہ ام
عیسے صفتم مجرد مادر زاد

عشق است بر اہل وفا میگذرد
ہر چند کہ در یاد و وا میگذرد
کل است اما زجزو خود بیروں نیست
بحر است اما زجوہا میگذرد

خلق آئینہ اند بہر آں خالق فرد
رد کردن خلق بُد خالق آورد
ہر در کو آب دید گوشے و بریخت
آں آب کہ ماہ را بجوید گم کرد

[۱] دنیا جو لوگوں کو اللہ کے حکم سے مارتی ہے تو پہلے غافل و اندھا کر دیتی ہے۔ آگاہ کرکے نہیں قتل کرتی ہے۔ جب جلاد مجرم کو بادشاہ کے سامنے قتل کرتا ہے تو پہلے آنکھ پر پٹی باندھ دیتا ہے۔

دارد همه چیز غیر حاجت آن فرد
بل هم ایجاد اهلِ حاجت او کرد
او را همه غفران دهد اعصیان است
کس پیشِ طبیبان چه برد غیر از درد

خورد از مئے دل شراب نتواند خورد
تا خانهٔ تن خراب نتواند خورد
تا کس متعین است زین راز بزیست
خم تو بره بر سراب نتواند خورد

جز آنکه فریبِ دورِ ایام نخورد
در بزم اہل خورد نه صاف نه درد
در دهر کسی نزاد کو باز نمرد
زین دهر کسی نرست کش باد نبرد

ره رو باید ز جزو در کل ببرد
چون رود که آرام بدریا گیرد
هر مانده از این سیر جهنم نخورد
جز آب ستاده بوئے بد نپذیرد

خود را ایک چند هر که سائر گیرد
ناگه بینی که چرخِ دائر گیرد
تدبیر کند کار نه تعجیل و غرور
ورنه گربه چگونه طائر گیرد

تا چند ترا و هم تو دور اندازد
زانگونه که افگند گهت افرازد
گوئی که در آنجهان بمن پردازد
او خود ز تو هر زمان جهانے سازد

عارف دل و جانِ تو مزیّن سازد
خارے که کند بجاش گلشن سازد
کامل همه را ز نقص بیرون آرد
یک شمع هزار شمع روشن سازد

هردم پئے هجرِ من فتنے میسازد
در راهِ وصال رهزنے میسازد
یعنی همه اوست نیستم من امّا
او هر لحظه مرا لسنے میسازد

گاہے خبریت معتقد می سازد
بعد از یکچند معترض می سازد
یعنی کہ جہان بخود نہ خوبست و نہ زشت
آن را نظر تو نیک و بد می سازد

عاشق ہر کہ از سرِ جان دعویٰ کرد
عشق آمد و نومید از ان دعویٰ کرد
گوید بزبان حال در مجلس شمع
کز عشق بیک سر نتوان دعویٰ کرد

خال و خط و چہرہ خوش ادائی ہا کرد
چشم و لب و زلف دلربائی ہا کرد
نے نے ہمہ عشق بود کز دیدۂ من
آئینہ دید و خود نمائی ہا کرد

تسلیم و نیاز ضال را عہد کرد
مقبول قبول طبع نیک و بد کرد
اظہارِ محبت آیتِ محبوبی است
ہر کس گفت از توام مرا از خود کرد

نا معنون

در روح چو عشق امر قل خواہد کرد
کشفِ ہمہ اسرار رسل خواہد کرد
ہر چیز کہ کز و شنیدہ خواہی دید
ہر آب کہ خوردہ باغ گل خواہد کرد

از سیر مہ و مہر سفر باید کرد
در عالمِ انسانیت گذر باید کرد
تقویم چہ سود دیدن و دانستن
در احسن تقویم نظر باید کرد

جاہل چو رسد بجہل رو باید کرد
بر قع برخِ سخن فرو باید کرد
باید سخنے بقدر فہمش گفتن
طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد

گفتم ہمہ بیدادنی باید کرد
گفتا کہ زخود یادنی باید کرد
گفتم کہ چناں گوئے سخن نا شنوم
خندید کہ فریادنی باید کرد

چوں عشق نظر بعالم و آدم کرد
پیدا شد عقل و پشت طاقت خم کرد
آرے ہر جا کہ تند بادے آید
باید ہمہ چیز بستن و محکم کرد

ہر چند کہ عقل نفی این و آں کرد
یک شمہ بکمال عشق کے نقصاں کرد
شب پردۂ عالمے تواند بودن
اما نتواند شررے پنہاں کرد

اے خواجہ ترا قرین غم نتواں کرد
ویں ناز و تکبر ز تو کم نتواں کرد
معشوق خودی۔ تو عاشق کس۔ نشوی
معشوقی و عاشقی بہم نتواں کرد

قطع نظرِ حرمت شہ نتواں کرد
شہ را نسبت بہر سپہ نتواں کرد
یعنی در عشق عاقبت بینی نیست
پیشِ مخدوم پس نگہ نتواں کرد

عشق تو ملامتم ز آئینها کرد
تلخ تو مرا غنی ز شیرینہا کرد
آں رفت کہ باکس کنم اظہار رمز
دشنام تو فارغم ز تحسینہا کرد

ہر کس کہ نہ ترک اعتبارِ خود کرد
او کارِ خدا نکرد کارِ خود کرد
زاری و نیاز و عجز می خواہد عشق
کس را نتواں بہ زور یارِ خود کرد

جمعیتِ خلق را ر ہا خواہی کرد
یعنی ز ہمہ روئے بہ ما خواہی کرد
پیوند بہ غیر ما۔ ندامت دارد
محکم مکن ایں گرہ کہ وا خواہی کرد

ہر دم سیعنے جرا بمن بد می کرد
در سلسلۂ عجمے مفید می کرد
از اول عمر تا بہ آخر غم خویش
من عرض ہمی کردم و او رد می کرد

هرکس پئے قدرِ خود شتابی میکرد
نے کل و نہ جز و زین حجابی میکرد
خورشیدِ بلند لافِ ہستی میزد
آن ذرۂ دون ہم اضطرابی میکرد

بد خوئے چو مار نیش در میگیرد
با ہر کہ پئے علم و ہنر میگیرد
این نفس با اہلِ عشق آشفتہ تر است
سگ چوب بدست را بتر میگیرد

نا اہل نہ اہلیتِ فضل میگیرد
ہر چند کہ اخبار رسل میگیرد
صد سال اگر خار بگل بنشیند
نہ رنگِ گل و نہ بوئے گل میگیرد

ہر چند زمانہ شور و شر انگیزد
بشکیب و گرنہ زان بتر انگیزد
نتوان بر موجِ بحر دستے زد زد
کاین دست زدن موج دگر انگیزد

بر دستن زدن

ناخ

آنانکہ مے از جام سعادت نوشند
صد خم کشند و در مروّت کوشند
قومے دیگر ز غایت بدبختی
صد نام نکو بحبۂ بفروشند

ایں خیل کہ در شہادت اخلاصند
از عیب ربودہ ادائے خاصند
گر عشق نہ مطرب است در پردۂ خاص
چندیں فلک و ملک چرا رقّاصند

اے اہل مراد۔ عدل و دادے بکنید
یعنے یادے زنا مرادے بکنید
اے آزاداں کہ بہرہ مند ید ہمہ
از بندۂ بے نصیب یادے بکنید

سیمرغ سخن کہ شرح احوال کند
ہرگاہ پر دو کون را بال کند
رہ روز بیاں سیر گرم سیر است
طائر ز صدائے بال خود حال کند

دانی غافل که از خدا یاد کند
آندم که جلال صبح بنیاد کند
از خواب چون خفته را کند کس بیدار
آهسته چو برنخواست فریاد کند

چون شاهِ ازل جلوس با عام کند
یعنی که بخاص و عام انعام کند
کرسی ز چهار مصرعِ من سازد
دیگر او را رباعی نام کند

جاں در رہِ عشق پاؤ سر را چہ کند
دل مستِ لقاست آبخور را چہ کند
تن محو بزیب ہست فر را چہ کند
عیسیٰ بفلک رسیدہ خر را چہ کند

معشوق نظر بچشم عشاق کند
آئینہ خود انفس و آفاق کند
یعنی عاشق اگر شناسد معشوق
حاشا کہ باو تغافل اطلاق کند

معشوق بعاشق چو نظر باز کند
عاشق ہماں شیوہ ازاں ساز کند
ایں ترک نیاز من ما و از من نیرت
آئینہ بحسن او با و ناز کند

دانی غافل کہ از خدا یاد کند
آندم کہ جلال صبحہ بنیاد کند
از خواب چو خفتہ را کند کس بیدار
آہستہ چو بر نخواست فریاد کند

مرد ارچہ سخن ز عالم راز کند
تا در فلک است چشم کے باز کند
ہرچند کہ مرغ آسماں پرواز است
تا در قفسے بود چہ پرواز کند

عارف سخن ارچہ مختصر ساز کند
چشمت بینائے عالم را نہ کند
ہشدار کہ ہرچند کہ خرد است کلید
بر خانہ بس بزرگ در را نہ کشند

آنکس دل شده حبیب باشد چکند
بیچاره و بی نصیب باشد چکند
عشق خوبان بلا فراوان دارد
آنرا که خدا رقیب باشد چکند

مرد آنکه بلطفِ خویش شادش نکند
صد چله بر آرد اعتقادش نکند
گر شپّره سالها کند مستوری
مشتاق نگردد کس ایادش نکند

جز لطف خدا داده نویدش نکند
آنکس که غرور نا امیدش نکند
چون جامۂ آسمان کبود ِ ازلیست
صابون مه و مهر سفیدش نکند

دانا هرگز ادائے ناخوش نکند
جز پیروی دشمن سرکش نکند
آتش که بلند شد بر و آب زنند
دفع آتش کسے بآتش نکند

نامرد بباس هست خودش نکند
در کارِ حکیم دخل مطلق نکند
تا ما نیم دعوئے ما حرج است
اثباتِ وجودِ حق بجز حق نکند

عقل و حس را بخت که قوامی گردند
کام دو سه با تو آشنا می گردند
مغرور مشو بدیں رفیقاں کایشاں
یک یک در راہ از تو وامی گردند

دانا ہرگز ادائے ناخوش نکند
جز پیروی دشمن سرکش نکند
آتش چو بلند شد بد و آب زنند
رفع آتش کسے با آتش نکند،

گر حق تخویفِ عدل و داد سے نکند
خلق از روشِ صواب یاد سے نکند
جز صاحب باغ کارِ او جملہ صلاح
کس نیست کہ در باغ فساد سے نکند

در نقطهٔ لذت اسے بخود حاجت مند
نہ دائرہ را معنیٔ اصل و پیوند
آں پایہ کہ معراج محمدؐ خوانند،
در علم و عمل جوئے نہ در پست و بلند

ایں خورد و بزرگ کہ بنام انسانند
در دست زمانہ ہمچو انگشتانند
امروز اگر پست و بلندی دارند
فردا چو بجوابند ہمہ یکسانند

آں راہ رواں کہ لیل را فجر کنند
آرام کجا بظلمت شب ہجر کنند
بر دوراں است امروزی ہمہ کس
از قافلہ باز ماندہ را زجر کنند

آنانکہ شراب معرفت نوش کنند
از ہرچہ بجز اوست فراموش کنند
آنرا کہ زباں دہند دیدہ ندہند
وانرا کہ دہند دیدہ خاموش کنند

قومی کہ دل از جان ابد زندہ کنند
نظارۂ این سپہر گردندہ کنند
بے منت چشم و لب بدین بحران
ہر لحظہ ہزار گریہ و خندہ کنند

این بوالہوسان کہ کار خودکام کنند
دنیا و امرت روئے در دام کنند
زین غصہ و غم کہ بہر اکل و لبس است
آزاد شوند و مردنش نام کنند

جان و دل گرچہ شرح غم کم نکنند
چشمان تو یک لحظہ ستم کم نکنند
ارباب ہنر درشتی سائل را
منظور ندارند و کرم کم نکنند

در وصل خدا علم و ہنر راچہ کنند
چون صلح شود تیغ و سپر راچہ کنند
خود را چو شناسند خبر راچہ کنند
گم کردہ چو یابند اثر راچہ کنند

اکل و لبس = کھانے و پہننے میں معروف ہیں

خودکام = خود رائے
لبس = جامۂ پوشش

آنانکہ باصل کار بنیکو بینند
کارِ این سو برائے آنسو بینند
زان گونہ کہ روئے جامہ را خیاطان
زین رو و زند حُسن زان رو بینند

گر راز نہانِ حق تعالے بینند
کے سود و زیانِ خویشتن را بینند
خلقے بگمانِ اصل یقین اند ہمہ
کوران خود را بخوابِ بینا بینند

خلقے عالم اہلِ تمیز ے نشوند
یعنی بے کبر و لاف چیزے نشوند
رسمے است سپہر باژگوں را کہ درو
تا کذب نور زند عزیزے نشوند

رو دیدہ طلب کن و بمعنے پیوند
کیں نقش و صورنیست بجز پردہ و بند
تفسیر بسے دیدم و آں نیز نبود
جز حرفے چند بر سر حرفے چند

طفل اند آنانکہ عرضِ اسباب دہند
گوہر بقبول این و آن تاب دہند
وقت بالغ ز وصلِ خلق است غنی
محصول رسیدہ را چرا آب دہند

کامل ز یکے ہزدہ و صد بیند
ناقص ہمگی معائب خود بیند
خلق آئینہ روئے و دلِ یکدگر اند
در آئینہ نیک نیک و بد بد بیند

ہر کس دل را بعشق نخے می بیند
ہر سو نگرد جمالِ وے می بیند
جز غفلت نیست غیر اندیشیدن
کس خواب نکردہ خواب کے می بیند

خالق جز شانِ خویشتن نگزیند
خلق ارچہ بقائے و فنائے بیند
قصدِ فارس بجز فرس راندن نیست
ہر چند کہ گرد خیزد و بنشیند

تا در چرخ اغنیا درم سنج نیند
جز لائق سنگ محنت و رنج نیند
آنانکه زر و سیم نگه میدارند
مار گنج اند صاحب گنج نیند

مردان نه زمین و آسمانے گویند
یعنی که سخن ز لامکانے گویند
در ملّت اہلِ معرفت معراج است
ہر جا رازے بہ راز دانے گویند

در عالم اگر زشت و اگر زیبا بود
اسباب سخن گفتن یک گویا بود
کوتاه نظر نیافت این مضمون را
ورنه چندین چه حاجت غوغا بود

صورت ہمہ گر کبود بینی نابود
در معنی رو که ذرّه خورشید نمود
از بہر غنی فقیر مقناطیس است
تا جذب کند جوہر او یعنی جود

گر زانکه مرا هزار دین خواهد بود
یکتائی ذات تو یقین خواهد بود
گر سر ز اوج نه فلک بگذردم
در کنج غم تو بر زمین خواهد بود

یکدم با وفانه گو نتوان بود
یک لحظه با و نظاره جو نتوان بود
این غم بکه گویم که من حیران را
با خود نتوان بود و با و نتوان بود

از مردن خود اسیر غم نتوان بود
با زندگی آرمیده هم نتوان بود
ناکرده فرامش عدم خویش و وجود
در پرده راز محترم نتوان بود

نه هر که نکوست دوست میباید بود
بد را بر مغز پوست میباید بود
یعنی سهل است دوست بودن با دوست
با دشمن نیز دوست میباید بود

هم کعبه و دیر سیر میباید بود
هم در غمِ شر و خیر میباید بود
این نیست عجب که هستیٔ من همه اوست
این است عجب که غیر میباید بود

معطی بعطائے خویش میباید بود
کشاف غطائے خویش میباید بود
بر سر هر کوئے نمی باید گشت
آہوئے خطائے خویش میباید بود

تا کس نرود بجائے کامل بود
جز غافل نیست گر نشیند خوشنود
در خانهٔ دنیا مطلب خاطر جمع
اسباب طرب بجائے تا اهن چه سود

گر مرد بقصد حق قدم نه می بود
از بطلان تو خبر ده می بود
گر زانکه به نیّات نمی بود اعمال
هر گاه خرے - ز آدمی - به - می بود

عطا - بمعنی دهش و بخشش
غطا - خطا و لغزش

گر مرد خبیر و عاقبت بین میبود
قوت دنیاش قوت دین میبود
طفلی میکرد گریه گاهے پئے کام
بالغ شد و گفت آه اگر این میبود

نادیده رخ تو با تو کاریم نبود
جان زار و دل فگاریم نبود
دیدار ترا دیدیم و از دست شدم
در دوستئ تو اختیاریم نبود

افسانهٔ چند کفر و دین هیچ نبود
غیر از افسانه آفرین هیچ نبود
آن گفت چنانم من و این گفت چنین
غیر از دو سخن خود آن و این هیچ نبود

در هر که رسید یارمی پندارد
در هر شورش قرارمی پندارد
بیچاره ناآشناست در بحر وجود
هر موجے را کنارمی پندارد

عشق آتش و غیر عشق یکسر کاغذ
هر آتش را کجاست درخور کاغذ
یعنی صفتِ ذات نه از ذات جداست
هرگز آتش نبرد کس در کاغذ

نادیده رخ تو با تو کاریم نبود
جان زار و دلفگاریم نبود
دیدارِ تو دیدم و از دست شدم
در دوستیٔ تو اختیاریم نبود

این عمر که ما را بغمے بیش نبود
وین شادی عالم که غمے بیش نبود
چون مد شهاب و برق بر اوج نمود
هرچند درازشد دمے بیش نمود

آن در پئے دل روندگی هیچ نبود
وان گوشهٔ صبر و بندگی هیچ نبود
حاصل آن بود کز تو بوئے بردیم
ورنه این عمر و زندگی هیچ نبود

هستی چو سر فضولی افراخته بود
در جهد صلاح کارم انداخته بود
غافل بودم ز حکمت او که نخست
بے منت من کار مرا ساخته بود

علمی که حقیقی است رسمی نبود
رسمی نبود هر آنچه در سینه بود
صد خانه کتاب هیچ سودے ندهد
باید که کتابخانه در سینه بود

هر جزو اگرچه از حدیثی بود
یکحرف برون ز دفتر کل کی بود
یعنی خامش چو ره بمعنی بردی
زر کے دزدیده آنکه گنج از وے بود

زور خرواره بار آدم میبود
چون وحش و طیور کار آدم میبود
زور بازو گر اعتبارے میداشت
کے فیل بزیر بار آدم میبود

زین هستی باطل نشده پاک وجود
کس را ز دعا و ذکر حق سود نبود
سدّه ز جگر دفع کن ای مستسقی
گر خوردن آب نیست بسیارت سود

عالم همه فرع تست ای اصل وجود
هر چند وجود تو در و خورد نمود
پرتو مر شمع را محیط افتد بس
با آنکه ز شمع باشدش بود و نبود

زینهار که رجا بر تو مکرر نشود
وز یاس دل تو جز مکدر نشود
ایام جوانی مگر از سر گیری
آری گیری ولے میسر نشود

آن جزو که در ماند بخود رفت فرود
وان جزو که کل گشت جهان را بربود
چشمه بجنبی بند و شط اشتر ببرد
با آنکه یکیست هر دو را بود وجود

بینا یا نرا بجوشش نظاره فزود
هر چند که خلق مختلف کاره نمود
حاصل جزوے که جذبهٔ از کل داشت
جز با همه اش یکے شدن چاره نبود

توحید به هر که پردهٔ راز گشود
یک را همه و همه یکے دید و شنود
من می گفتم که حال خود می گویم
چون وا دیدم حال همه عالم بود

گر جرعهٔ ز جام معرفت نوش شود ن ساغر
وین کشمکش هوا فراموش شود ن بزم
قلب عارف زیر فلک کے گنجد
کے دریا را حباب سرپوش شود

آدم خاکست چون رہ کار شود
اندک اندک ز خود خبردار شود
پیدا شودش معرفت و علم و هنر
شه را ز آمد و شد بسیار شود

توفیق رفیقِ اہل تصدیق شود
زندیق دریں طریق صدیق شود
گر راز اندانی انکار مکن
تقلید کن آنقدر که تحقیق شود

تاکس یکچند شاد و غمگین نشود
یک نکته درو دلکش و رنگین نشود
تا دیده درخت گرم و سردے سالے
یک میوه درو پخته و شیرین نشود

ہر نیک و بدے که رو نماینده شود
پاداش چو از دہر پاینده شود
اوقات گذشته مرد را گر بیناست
استاد سلوک وقت آینده شود

از ہر سخنم دو کون پیموده شود
چون نور کزو ظلام فرسوده شود
یعنی دل من اسیر طبع من نیست
خورشید بآب و گل کے آلوده شود

از فرقِ سرم تا به قدم دیده شود
روزے که جمالِ تو مرا دیده شود
در من نگری همه تنم جاں گردد
در تو نگرم همه دلم دیده شود

هر کس که سفر کند پسندیده شود
خاکِ قدمش چو سرمهٔ دیده شود
پاکیزه تر از آب نباشد چیزے
یکجا که مقام کرد گندیده شود

رهرو نه هبوط راه یابد به صعود
بے ره ز صعودِ خویش باز آید زود
در سیرِ کسے که روئے دل در حق بود
چاهِ یوسف به از سپهرِ نمرود

هر لحظه ترا اگر غمے روئے نمود
بگذشت همان زمان و گویا که نبود
مانند حریر است وجودِ پاکاں،
چوں عقده گرفت و هم زود کشود

آں خالقِ کُلِّ شئی چوں روئے نمود
در باطن و ظاہرے ترا از تو ربود
چوں عکس در آئینہ و چوں موج در آب
ہر چند تو باشی آں تو بود

یکچند نبات رہ بجواں پیمود
حیوان انسان شد و شکست و فزود
سبحان اللہ کہ خاکے از لطفش و مہر
کرد ایں ہمہ سیر باز آں گشت کہ بود

سالک نہ ہمہ رتبہ اعلیٰ خواہد
ہم رتبہ اعلیٰ و ہم ادنےٰ خواہد
در سیر و بلند و پست در بایست است
طائر ہوا پر بزمیں پا خواہد

عالم ہمہ در داست و دوا میخواہد
از خوان کرم برگ و نوا میخواہد
کس بے حاجت نمی تواند بودن
درویش غذا شہ اشتہا میخواہد

غافل کہ نہ سلطاں قدر میخواہد
زین ارض و سماء رہ بدر میخواہد
بر تخت نشانند اگر طفلے را
او دامن مادر و پدر میخواہد

ما دام کہ جزو وصل کل میخواہد
پیغام رسل با امر قتل میخواہد
خود جزو ز کل نیست جدا چون دانست
دیگر نہ ملائک نہ رسل میخواہد

آمیختگی مرد و زن میخواہد
از من ہمہ ترک عقل و فن میخواہد
خود نتوانست صبر در خلوت قدس
آرام ز بیدلے چو من میخواہد

غافل ز کلام آگہی میخواہد
غافل ہمہ شادی و تہی میخواہد
زانگونہ کہ از سرمہ کشیدن در چشم
مردان نور و زن بہی میخواہد

اندر رهِ عشق جهد ها لا آید
این جذبه مگر ز حق تعالی آید
از چه نتوان رسن ببالا انداخت
باید که رسن بچه ز بالا آید

هر چند که بر ضد همه آیات آید
در دیدهٔ بینندهٔ ز یکذات آید
هر چند که خلق نفیِ توحید کنند
در پیشِ خدا شناس اثبات آید

غم مژده دهِ وصالِ جاوید آید
هر گاه طلب بر درِ امید آید
در دل شده اشتیاق او نائب او
چون ماه که شب بجائے خورشید آید

چون مرد ز هر دو کون بیزار آید
سیرِ رهِ عشق را سزاوار آید
رنگے چند ند خلق دل مرده و بس
کے راه روی ز نقشِ دیوار آید

عالم بره کیش تو خواہند آمد
شاہاں ہمہ درویش تو خواہند آمد
از بہر خدا نشستہ فارغ ز ہمہ،
بنشیں کہ ہمہ پیش تو خواہند آمد

از مہر و مہی کہ با تو در می آید
آں مہر ز مشرقِ تو بر می آید
سویش نظر افگنی و دلبر خوانی،
دلبر خود از آں سو کہ نظر می آید

کارم ہمہ خوب و زشت و کبر و کیں بود
افسانۂ عمرو زید کفر و دیں بود
عشق آمد و برد و عالم من خندید
شاخ غم مسلکے کہ بشگفت ایں بود

ہستی و امل را کہ خلل می آید
پیغام ز معشوقِ ازل می آید
آنکس کہ نہ اقرار جز با او نیست
آوازش از آں سوئے اجل می آید

هر لحظه بگوشِ هوش من می آید
رازے کہ جہان خموش من می آید
سیمرغِ سخن بقافِ معنے چو پرد
آواز پرش بگوش من می آید

گفتار کز ان مسیح دم می آید
چون روح بمردہ مغتنم می آید
یارب سخن است کان دہن میگوید
یا جانِ منست کز عدم می آید

در بیداری و خوابِ من می آید
اینک شبہ بیحجابِ من می آید
چون شمع نواں سوخت بایں دل گرمی
تا صبح کہ آفتابِ من می آید

عارف نہ ستیزندہ نہ شیدا باید
علمش ہمہ در عمل ہویدا باید
کس صید نمی شود بزور و زاری
دامش پنہان و دانہ پیدا باید

با کس نه سوال و نه جوابت باید
با مردم چشم خود خطابت باید
چشمی داری و عالمی جلوه گرست
دیگر چه معلم چه کتابت باید

در عشق نه علم و نه کتب میباید
محبوب و محبت و عجب حب میباید
زاهد تو برو که قشر قشر قشری
اینجا همه لب لب لب میباید

در عشق مرا نه عقل و دین میباید
مضطر شده را نه عیب بین میباید
صاحب نظری باید تا حال مرا
تاویل کند که اینچنین میباید

کس راز مقامش خبری میباید
گر سیر فلک مختصری میباید
بر دوش پدر دیگر یه طفلی میگفت
کای بابا جان مرا خبری میباید

این خلق رهِ بقا و امید ندید
در خلق فنا خدا ئے جاوید ندید
سبحان اللہ حیرتے دارم سخت
زاں دیدہ کہ ذرہ دید و خورشید ندید

بر مردم حق پسند عارف خندید
جز محکمے و ملامتے نہ پسندید
نا قابلِ عشق در جہنم افتاد
چرمے کہ بدباغ نیامد گندید

اندر رہِ توحید قدم بردارید
گر مذہب و ملتِ ہمیہ بردارید
یاریست عزیز جاں باو باید داد
یاران عزیز دل نہ ہم بردارید

تا شاہدِ را از پردۂ ناز در ید
مرغِ دلِ من از قفسِ آز پرید
جاں باد فدائے شاہدِ عشق کہ او
از در دہر دو عالم با زخرید

تا مرد ز خلق در خلاے نرسد
در گوش دل از خداے نرسد
یعنی ہر کس درد بہ بیدردان گفت
شرط است کہ ہر کس بدواے نرسد

در کوے حدوث مرد را خانہ مباد
جز با یار قدیمش افسانہ مباد
روزیکہ ز ہیچ آشنا نآید کار
آنکس کہ بادست کار بیگانہ مباد

کس ہمچو من غریب و بے یار مباد
بیچارہ و عاجز و گرفتار مباد
در وادی ہجران مرا بجان آوردہ
ہر جا کہ طبیب نیست بیمار مباد

ہر عاشق را کہ در کینہ کہ دید
جز عین صفا بہ یار دیرینہ کہ دید
غفلت در عشق رہ ندارد ہرگز
برہم زدن چشم در آئینہ کہ دید

هرگز در مدح و ذم نمی باید زد
بیرون از حد قدم نمی باید زد
عالم همه مرآت جمال ازلیست
می باید دید و دم نمی باید زد

افسوس که هیچ کس بحاصل نرسید
یکتن بطواف کعبهٔ دل نرسید
در وادیٔ ترک خود که وصل حق است
کس راه نرفت ازان بمنزل نرسید

اے اہلِ مراد عدل و دادے بکنید
از بندہ بے نصیب یادے بکنید
اے آزادان که بهره مند اید همه
گاہے یادے ز نامرادے بکنید

ردیف (ر)

از خود بگسل رہ جہان رشد آر
با حق پیوند و خویشتن را خوشدار
یک یک ز درختِ عمر چون برگ افتد
تو نیز درین درخت برگی هشدار

جان و دل شد یکے برافشانده غبار
آب و گل شد معطل بیهده کار
یک معشوق است بس درین خانه ولے
بعضے دیدار دیده بعضے دیوار

بے باک ز چرخ و مهر و ماهش میدار
بے کار ز خلق و رسم و راهش میدار
اصلِ نظر است مطلع هر نورے
حرمت کن و پاکیزه نگاهش میدار

چون آتش عشق گشت با و نیست قرار
پیوسته از و نفور داری و فرار
آرام نه در غم است و نه در شادی
گیتی هر دو همیر و ند چون نار و شرار

اشیا چو بضد نمود از پردهٔ کار
هر نیکی را بدی بباید ناچار
از خلق هنر ببین و عیبش بگذار
در باغ تو گل بچین چه کار ست با خار

در اندک خود دید ولی هر بسیار
شد کار نبی هم از مکرر بسیار
و خلقی بسیار ور کم از بسیار است
ور خرچ کم است نیز کم در بسیار

حسنے که کند عشق بآں لب را نز
باشد ز قصور بشر بالاتر
حسنے که بکار معدهٔ مایه اوست
عشق آں خود بود ازاں رسواتر

با خلق دنی اگر نه جفتم بهتر
ور هم نه تفقد(۱) شنفتم بهتر
گفتم بکریهے که "نفورم ز تو من"
گفتا که من از تو نیز ـ گفتم بهتر

(۱) تفقد گم شده را باز جستن و پرسش نمودن۔

له اگر کمینہ لوگوں سے میں نہیں ملا تو اچھا ہوا۔ اور انھوں نے بھی مجھے نہیں پوچھا تو یہ اور اچھا ہے۔ ایک بدصورت آدمی کو دیکھکر میں نے کہا کہ "مجھکو تمھیں دیکھکر نفرت ہوتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس کو بھی مجھے دیکھکر نفرت ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بہت اچھا ہے۔

۵۱

چون حاصل آدمی درین دیر دو در
جز خون دل و دادن جان نیست دگر
خرم دل آنکسے کہ چون زاد بمرد
آسودہ کسے کہ خود نزاد از مادر

۵۲

شکرانہ کہ یافتی ز ہر فتنہ مفر
یعنی بر خصم نحس ایام ظفر
ہستی ترا بہ از شکست امرے نیست
چون کوزۂ کہنہ آخر ماہِ صفر

۵۳

در بزم وصال شاہِ آنجا شاکر
ہم گم شدہ پیدا ہمہ باطن ظاہر
دل طرۂ او گرفتہ و میگوید
صد شکر کہ دزدِ خود گرفتم آخر

۵۴

ہر کس را پئے کام ہر دم اظہار دگر
جز وام نہادن نبود کار دگر
گر ہیچ نداد ند دعا کردگار
ترغیبے بود از پئے بار دگر

صورت مپذیر کاخر افتی مہجور
در معنی رو کہ نگسلد رشتۂ حضور
دل دادۂ صورتے ز صورت شدہ دور
ہرجا کہ فغاں خواستہ و گریۂ و شور

اوّل شدہ مرد گرم ہر کام و سرور
و آخر دلِ سرد از ہمہ کردہ حصور
سبحان اللہ کہ حکمتش عنّیں را
گہ ساختہ زنجبیل و گاہے کافور

بس عاشق عاشق خود است آں مغرور
حُسن آئینہ را نمیکند از خود دور
ہرکس دارد بقدر خود دیدے ازو
زیبا نہ پسندد کہ کسے باشد کور

اے در دلِ ہر ذرۂ از مہر تو شور
چشمِ خرد از تابِ جمالت شدہ کور
عشقت ز ازل تا بہ ابد ہمرۂ جاں
باقی ہمہ آشنا و لے تا لبِ گور

اے ز در طلب تو عالمے پر شر و شور
نزدیکِ تو مفلس و تونگر ہمہ عور
اے با ہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر
وے با ہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

گر محض شک ایم و دیدۂ بینش کور
گر عین یقین و ہمچو فی گم در نور
گنجے کہ نمی گنجد در ہفت اقلیم
در یک کفِ خاکش این خفا بین و ظہور

از ظلمت محو بر کنار است آں نور
تا محو نہ در رو از و کوری و دور
اینہا کہ تو علم و فضل خود میدانی
باشد کہ نیست غیر اسباب غرور

شخصے دیدم ستادہ در عرصۂ نور
بس چابک و چست و نغز و موزون و غیور
بگرفتہ کمانِ فسق و طاعت در دست
ہر لحظہ فگندہ ہر طرف تیر امور

از خود آزادی

گه سیر هوا گزین و بگذار زحیر
گه با لنگر نشین و آرامی گیر
هم خفت و هم ثقل طلب در تدبیر
ما را ست روا است بی پر و پیکان تیر

هر چیز که غیر دوست رنج است و زحیر
یعنی که بجز دیگ نفس آرام مگیر
مردان همه عین دوست گشتند همه
در بیم و امید خویش نامرد اسیر

ای با تو تمام امر و نهی تقدیر
از نیک و بد تو بس جهان را تعبیر
ای آنکه ترا کون و مکان آئینه است
با خود و اگرد و بر جهان خورده مگیر

برخاسته ایم از همه عالی اسیر
وارسته ز آمد و شد هر شری و خیر
آزادان با خورد و غا نپذیرند
بر شاخ کراست است نه نشینند طیر

مہرِ تو زر و زنگار را اے مردِ فقیر ،
گر شد بطفیلِ این و آن خوردہ مگیر
مہرِ فلک است ابلہان را در کار
گاوٗ از پئے بچہ داد صاحب را شیر

اے گشتہ بزرگ در جہان خوردہ مگیر
انصاف بدہ لطف نما عذر پذیر
با اہلِ جہان برحمت و شفقت باد
ہمچون نظرِ پدر بفرزندِ صغیر

از شاہدِ منظرِ علا پرتو گیر
ترکِ آرام و سکنتِ این کو گیر
رو خفّتِ فقر ورز نہ ثقلِ غنا
اسپ جو خواہ بہ کہ اسپ خوگیر

با ہر کہ بود قوی و باقی خو گیر
فانی و ضعیف چیست ترکِ او گیر
یعنی بکشا چشم و خدا بنگر و خلق ،
وانگہ ہر سو کہ محکم است آن سو گیر

این فقر و غنا که هست ما مور امیر
فرعِ تو و اصل تست اے پاک ضمیر
تن از جانست زنده جاں از جاں،
یعنی که باصل خویش واگرد ممیر

ردیف (ز)

مطلوب حقیقیِ تو بالتست مناز
هر سو بہوائے مطلب چند مجاز
گر بر سر افلاک شوی مسند ساز
ترسم که ہمیں مقام را جوئی باز

ہر چند جہاں شود حکایت پرداز
جز رازِ تو نیست گر شوی محرم راز
گر اہلِ حقیقتی مکن نفیٔ مجاز
میداں گو خویشتن چنیں تنگ مساز

با آنچه نیاز داری اے صاحب راز
آں ہم ہوس تست باآں کم پرواز
عاشق باید که محوِ معشوق شود
گویند مقام عاشقی ترکِ نیاز

ہر دم آید نسیمے از عالم راز
در جوش آید دلِ حکایت پرداز
گفتی خود راز گفتگو خاموش دار
کس دریا را ز موج چوں دارد باز

با ہر که رسیدیم و شد ہمش ہمراز
از قصهٔ ما بود حکایت پرداز
گه خاتم و گه آدم و گه آں و گه ایں
افسانهٔ ماست ایں چنیں دور و دراز

دنیائے دنی که ناز دارد نه نیاز
استغنا دست ایں ہمه شوکت و ناز
کامش ہمه جیفه و نامش سلطاں
چوں کرگس دوں مطلب عالی پرواز

در عشق ندیده کس دل و دین هرگز
این رتبه ندیده مردِ خودبین هرگز
در کوئے طلب مخواه آراستگی
کس دیده گدائے کاسه زرّین هرگز

دزدشیم - اے عشق - نگو خواه بسوز
چوں شمع راگاه بکش - گاه بسوز
در خانهٔ هستی - دلم - از خویش گرفت
اے آتش هجر مرا - وائے آه بسوز

اے عاشق پاک در رهِ دوست بسوز
یعنی هرچند پردهٔ اوست بسوز
رو و بده طلب نام و نشان را بگذار
چوں مغز بدست آمد گو پوست بسوز

ردیف (س)

من باغ جہاں را قفسے دیدم و بس
مرغش ز ہوا و ہوسے دیدم و بس
از صبح وجود تا شبانگاہ عدم
چوں چشم کشودم نفسے دیدم و بس

نامرد ندارد۔ خبر از خویش۔ چو خس
بیفائدہ ست۔ لاف او۔ از ہر کس
گر خر گوید۔ معتقدم عیسیٰ را
باور نکنم۔ ہماں خرش خوانم۔ و بس

من جام وصال خویشتن دارم و بس
دیگر ہمہ را خیال و ظن دارم و بس
ہر کس کہ ز دست عشق جامے نوشید
ایں بود ترانہ اش کہ من دارم و بس

از مشرق انساں زدہ چوں صبح نفس
قرآں کہ مظاہر ندا ور اگل و خس
حق وصف خود از زبان ما می گوید
ایں بحر ز فوارۂ ما جوشد و بس

نامحسوس است معنیٔ ہر محسوس
چوں مہر نفس زناں در اشراق نفوس
بسیار کساں کہ کارِ خضر آید از و
او خود بہماں زیدی و عمری محبوس

زاہد بخرابات - بیا راست - مترس
گویند دریں راہ خطر ہاست مترس
آنکس کہ زند ریں او نیایٔ برِ ما ،
پنہاں ز تو در خرابۂ ماست مترس

صد گونہ ہوا در سر ایں مست ہوس
اسیم چند است امیدے و بیمے و بس
برجی اتحاد اختلاف از عالم ،
بالذات اگر شناختی او را کس ،

ردیف (ش)

در آئینه همه نگارِ خود باش
یارِ خود باش و غمگسارِ خود باش
یعنی که اگر کارِ خدا میخواهی
در کارِ کسان نیز چو کارِ خود باش

اے نفس نہ انفسے نہ آفاقی باش
محو نظر و منزه ساقی باش
اشیا همه ما لکند الا وجه
یعنے که درو بنگر و باقی باش

هان دولتِ بے زوال را لائق باش
یعنی همه معشوق نگر عاشق باش
باشد که ازو کرشمهٔ دریابی
در هر کرمی چو عاشق صادق باش

محوِ طلبِ تقربِ یزدان باش
در کوئے هوس نه اهل شو نه آن باش
از بهرِ همه امر بندگی کرده و بس
کے گفته امیر و شحنه و سلطان باش

حرص و طمع بے بصران او باش
ہر لحظہ فزونتر است در کسب معاش
ہر فاسق عیش غنیمت داند
ہمچوں دم صبح جد و جہد خفاش

گفتم ذرہ کرم بمن ہمرہ باش
با خورشیدیم گفت رو تو مہ باش
گفتم گاہے کرشمۂ ہیچو اہم
گفتا کہ ہمہ کرشمہ است آگہ باش

آئینہ صفت عاشق صادق می باش
ہر جا باش۔ درخور و لائق می باش
در صحبت اہل راز۔ گر بنشینی،
یا ہیچ مگوئے یا موافق می باش

ہر سوئے کہ فتنہ ایست دافع میباش
ہر جا کہ فتادہ ایست رافع میباش
گر عمر دراز خواہی و اجر عظیم
در خلق مضر مباش نافع میباش

آدم چون بزاد بهر جان پاکش
برداشت بصد مهر ز خاک افلاکش
بیچاره وهی که مرد وز کار افتاد
در بر نگرفت هیچکس جز خاکش

انسان هر چند جامع است ایجادش
بی عشق ز هیچ چیز ناید یادش
این خانهٔ تار پر ز نقش است و نگار
تا پرتو مهر بر کجا افتادش

هر کس که بخود دست نشکستندش
وز دل خبری بجست نشکستندش
انسان چو کمال یافت بی هستی شد
تا نامه نشد درست نشکستندش

این آدم اگر فقیر اگر ذو مالش
هستند همه غم حقیقت احوالش
گاهی غم زندگی و گاهی غم مرگ
گاهی غم آنو که چه باشد حالش

مدبیرِ محقق آنچه انشا کندش
از بهرِ تمیز کور و بینا کندش
هرگه که مقلد دمِ تحقیق زند
چون دزد بماهتاب رسوا کندش،

تا مرد دمے که عمر آید بسرش
بارست سبکباری نے زیب و فرش
کشتی چو شکست خواجه را در دریا
مشکے پُر باد به که انبان زرش

دنیا بگذار و بگذر از شور و شرش
آلوده مشو چو مردمِ بے بصرش
کشتی چو شکست خواجه را در دریا
مشکے پُر باد به که انبان زرش

واگرد بحق و محو شو در بصرش،
وانگاه بیارام بهر نفع و ضرش
در صحبتِ خلقِ مختلف سودے نیست
غیر از سخنِ چند تردد اثرش

چون قطره به بحر یافت تسکین بهرش
گشتند وظیفه خوار چندین نهرش
یعنی هر کس بکوئے توحید رسید
شد موجب افتخار سبعین ظهرش

گر حق گو بد کسے نکند خاموشش
بحر آن نبود که خس شود روپوشش
دعوئ دروغ را نشانی این است
کز طعن فسردگان نشیند جوشش

انسان که کدورتے کند غمناکش
باید خورش و پوشش و جائے پاکش
آندم که بمیرد و بخاکش سپرند
اے وائے اگر نماند این ادراکش

عاقل که سلامت است و خوش جان و تنش
از هیچ سخن رنجه شدن نیست فنش
گر دانا گفت آن سخن پندے بود
ور نادان گفت خود چه باشد سخنش

از بسکه هر آدمیت عاشق کرمش
بر لوحِ جهان نمیکشد جز رقمش،
نقاش که عاشقِ نگارے باشد،
جز صورتِ او نمیرود از قلمش

مسکین انسان و این همه ما و منش
خود هیچ نه در میانۂ کار و فنش
یک چند به هر طرف دوید و آنگاه
الله گرفت جانش و دهر تنش

اے دُنئے دول نه دین و نه دادِ تو خوش
یک ساکن نیست در غم آبادِ تو خوش
بگرفت دلم ز غربت آباد وجود
اے مسکنِ مالوفِ عدم یادِ تو خوش،

هر چند که نیست خلق مستعجل خوش
اهلِ توحید چون نباشد دلخوش
دوران متردد اند - نزدیکان خوش
در راه بدست خواب و در منزل خوش

تاثیر کند کلام مانند سروش
آن لحظه که نیست مرد افسانه فروش
زانگونه که مے کمال حدت دارد
آندم که فرو نشست یعنی از جوش

عارف خواند دو کون افسانۂ خویش
در پردۂ راز جان و جانانۂ خویش
چون مردم چشم کو ہمہ عالم دید
با آنکہ برون نیامد از خانۂ خویش

ہر نیک و بدیست گوہر کانی خویش
ہر رنگ گرفتہ خواندہ بہدانی خویش
اے مسلم اگر بہ کافرستان زادی
صد طعنہ زدی بدین مسلمانی خویش

ردیف (ط)

جهدے کن و امر را بنه سر بر خط
کز مبدء فیاض بود شکوه غلط،
هر چیز که مستعد آنے داری
در نهر بقدر حفر آب است از شط

کس پاک نشد ز بادہ گوئی و سقط
ناگشته بسے خسته نگردانده نمط،
رنجند تنکدلان چو پندے شنوند
مانند خراشش ورق از حک غلط

تنظیم امور خویش در راست و غلط
امرے او را، اگر نهی سر بر خط
هر سقه که آب میفروشد از آن
او را خبرے هست ز نزدیکی شط

ردیف (ع)

جز نکتهٔ چند من بگوش سامع
برقی نجم شد ز ابر عالم لامع
در وحدت نیست جا جنم با کثرت
هم از خطیب فارغ است از جامع

نیک و بد را بایں همه زهد و ورع
ناموس خفیفیست دگر خلق و دَع
پیشِ عارف بجز اثر چیزے نیست
ز اظهارِ غنائے او ز اخفائے طمع

در چشم کسے که آز را کرده وداع
زیباست همه جهان و نیکو اوضاع
دنیا طلبیست فرمِ دنیا گردون
آئینِ خریدار بود کسیر متاع

ردیف غ

اے حالِ تعینات را جستہ سراغ
جز فرد ادے ندارد این طرفہ بلاغ
کیفیتِ حالِ عالم از سالک پرس
دانا برِ ہر درخت سیّار بباغ

این نفس کہ یکدمش ز خود نیست فراغ
مستوجبِ نار گویدش اہلِ بلاغ
بارِ ہستی آخر آورد - ندم
خر رانگی نہ آنقدر بود کہ داغ

گر راستی بود درین ہشت دروغ
زینشان فارغ شدہ بما داد فروغ
یعنی کہ میانِ ما و خلقِ خالی،
قطعِ ابدی فتاد چون دبّہ وُ دوغ

ردیف ف

جز ذاتِ احد سواش مالا یعرف
خالیست ز هست و ز تلفِ دوست خلف
از عشق دراداکِ تو جز وهمے نیست
دریا بر لب نیاورد غیر از کف

عالم که همیشه در سرور است واسف
از لجهٔ حکمتیست برخاسته کف
هر نیک و بدی بجائے خود می باید
از انسان غفور بیند و از سگ عف

اے بستهٔ صورتے چه هر دون و تلف
اے خود شده دام خود روش داده ز
بالِ معنے زن از فلک بیرون شد
تا چند بزیرِ کاسه باشی چو خشف

در ترک طلبگاری دنیائے کثیف
گر جهد کنی رسی بآن شاهِ لطیف
از علتِ رنج هر کسے می نالد
کم گفت کسے که حیف اوقات شریف

ایّام ربیع اند جوانان ظریف
زیشان همه کار و فن لطیف است و شریف
عیش پیران که زود افسردگی اند
بیفائده است همچو باران خریف

ز عیش پیران که زود افسردگی است

ردیف (ق)

حق نشناسی مگر بصد فتنه و دق
معنی بشناخت محو حق مطلق
حق گفت که من کشتهٔ خود را دیتم
ای تو زنده گرت دیت باشد حق

هر کس بفسانه شده مستغرق
جز آنکه شنید راز او بسته نطق
قومی ز سخن همین سخن خواسته اند
قومی دگر حقیقتش یعنی حق

هر بی قدری چگونه باشد عاشق
مردی باید بر همه عالم سابق
غیر از نبی و ولی نمیخواهد عشق
جز نقره و زر نیست محک را لایق

آن فرقه که بیخودند وی خوردهٔ عشق
دارند دلی همیشه خون کردهٔ عشق
احوال شهید کربلا گر دانی
رازیست برون فتاده از پردهٔ عشق

بی سوختن و تفرد از کل فریق
هرگز نبری راه بکوی تحقیق
در عشق بسوز خویش و در ساز که نیست
راهِ ناله پاک را به از شمع رفیق

ردیف ک

تا سلسله جنبانِ ظهور است آن پاک
در کش مکش اند خلق این تیره مغاک
مادام که آفتاب در جلوه گری است
پرتو چه کند اگر نیفتد بر خاک

بگذشت دوئی بعد و آمد شد پیک
چه یا رب گو تو بعد ازین چه لبیک
توحید رسید از دو جهان بیرون آی
این فرش انا اللهست فاخلع نعلیک

در عالم عشق نیست آثارِ فلک
آنجا همه چیز را بجز وجه هلاک
بگذار ز سبها دلِ پاک آر آنجا
از سنگ چه سود قلب را پیشِ محک

ردیف (گ)

نور یست نہاں در ہمہ جا در ہمہ رنگ
امّا پنہاں ز چشم ہر ناقص و دنگ
دعوےٰ بکمال میکنی ایں رہ ر ۱۰
صلح است علامت و ترا با ہمہ جنگ

موجود یگانہ ایست پاک از ہمہ رنگ
چہ ایماں و چہ کفر چہ فخر و چہ ننگ
خورشید ہماں یکے و بے تغیر است
خواہی در روم بیں و خواہی در زنگ

ردیف (ل)

باشت خدا در ہمہ وقت و ہمہ حال
رفتن گفتن نشستن و خواب و خیال
ہجران تو نیست غیر ایں طور آں طور
یعنی ہر رنگ کہ ہستی آں نست وصال

خود را استاتو و ہیر از حد قال
ہر چند کند منفعل دونے حال
چوں کبر کہ اکثر از حسد میخیزد
ایں بس تحسین کہ ہست آثار ملال

جز یکساں نیست بر کشادہ دل
از ہر مظہر برنگ دیگر حاصل
زانگونہ کہ در فتنۂ قوم موسے
ہاروں ہادی و سامری بود مضل

جامے خوردم ز دست ساقی ازل
در نشۂ آں نہ آخر و نے اوّل
حالے دارم کنوں کہ محو ست درو
اندیشۂ ماضی و غم مستقبل

در حبّ اللہ رستم از ہر آفل
جاں عالی شدہ بجسم سافل
من میگیرم کہ مرگ من آساں کن
و میخندد کہ مرگ کو اے غافل

منفعل = انفعال = ردّ عمل = شرمندہ
ملال = رنج
مضل = گمراہی کرنے والا
آفل = ڈوبنے والا

دور عجب است در روزگار مشکل
از خلق وفا گشته بکلّی زائل
خالی ز غبار یکدگر یکساعت
چون شیشهٔ ساعت نتوان یافت دو دل

حق را جز حق ندید کس راهِ وصول
غیر او را از و حصول است فضول
عشق آنکس را که محو گرد از خود خواند
در رقص بقدر ذوق و حالست اصول

دل مسکنِ عشق است نه ماوائے عقول
چون خانهٔ عقل ساختی گشت ملول
تحقیق بدان که زود ویران گردد
هر خانه که غیر صاحبش کرد نزول

زانگونه که عقل است بآلا مائل
عشق است بذاتِ حق تعالیٰ مائل
پابستهٔ نسبتیم ما و دل نیست
چون شعلهٔ شمع جز به بالا مائل

ردیف (م)

در کعبهٔ توحید نه جائے دد و دام
هر کس که رسید شد درو محو تمام
مردان نکنند غیر او را تجویز
جز غول نگیرد به بیابان آرام

گر راه روی خواه آوازه و نام
زنهار بگریز با خدا گیر آرام
از خویش نگفت مرد غافل به فلک
مرد و صفت است مرغ زیرک سو دام

من شیفتهٔ لعل شکر ریز تو ام
دیوانهٔ چشم سحر انگیز تو ام
با غیر سخن نه اشتیاق است مرا
مشتاق نگاه غیرت آمیز تو ام

من ربطِ کتابِ عقل بگسیخته ام
اوراقِ فسانہ راز ہم ریختہ ام
ہر چند کہ وصفِ خود کنم می شاید
من می دانم کہ با کہ آمیختہ ام

ما نتوانیم بکش و فش بنشینیم
خوش آنکہ دمے پاک بنشینیم
ریو من خوش - فرشتہ من ناخوش
گر آدمیم چگونہ خوش بنشینیم

فریاد کہ باز بوئے نئی می شنوم
وآوازہ ہائے ہوئے وہی میشنوم
در گوشِ دلم - رمزِ پیام - پیچد
او میگوید - اگرچہ - از نئی میشنوم

ابروئے تو گرچہ در گرہ میکشدم
از خندہ لبت نیز فرہ میکشدم
آزار جفا نکش پئے کشتنِ من
لطفے بنما کہ لطف بہ میکشدم

از ہستی خود چو دم زنم می سوزم
تا من کس این جان و تنم می سوزم
بر آتش عشق و بیخودی بنشستہ
ہرگہ دانم کہ من ہمہ می سوزم

نفسم ہمہ نار بود و نورش کردم
یعنی کہ ز عجب و کبر دورش کردم
ہیچم سر خود بینی و خود رائی نیست
شیطان من آن بود کہ کورش کردم

خود را برساں بہ عارف پیش قدم
کانجاست حدوث را توصل بہ قدم
غیر از انساں کہ کعبہ آباد ہست
عالم ہمہ نیست جز بیابان عدم

انساں کہ پئے بہ طلبے گشتہ مدام
جز در طلب ہی نرفتہ یک گام
گر در یابد کہ آں سوئے مرگ بہ است
یک لحظہ دریں جہاں نگیرد آرام

در عالم تقدیر که از وی زادم
برداشت ستادم و فگند افتادم
گاهی چو براهیم بسوزم در نار
گاهی به بهشت عاصیم چون آدم

شائستهٔ رشک خلق آفل بودم
با عقل آندم که در قوافل بودم
هرگه که ز دستمی جفائی دیدم
چون وا دیدم ز دوست غافل بودم

من در عدد احاد برهمن بودم
چون پنجره پیش شمع ذوالمن بودم
عمری ثنی و ولی شمردم آخر
چون وا نگریستم همه من بودم

دوشینه ز سوز گریه در تاب شدم
چندانکه ز پای تا بسر آب شدم
دل از ستم تو سرگذشتی سر کرد
آسوده چنان شدم که در خواب شدم

آفل = فاخر - اونده
قوافل = جمع قافلہ کی
پنجرہ = جس میں چڑیا چیہا رکھتے ہیں۔

هر چند که این مجاز نه گردیدم
موجودِ حقیقی درو گم دیدم
در گفت و شنفت جنّ و انس و بد و نیک
غیر از عصیان و توبه نشنیدم

هر خونِ جگر که هست گل پندارم
اندیشهٔ جزو عین کل پندارم
سبحان الله چه حکمتست عشق که من
صد داغ بدل دارم و گل پندارم

صد شکر که نے زر و نه زورے دارم
نے قوّتِ آزردنِ مورے دارم
عاقل همه دم بفکرِ دنیا غمگین
من عقل ندارم و حضورے دارم

شد غیرِ عدم نامِ وجودے که برم
بحرِ کرمم منّتِ جودے که برم
مقصود میسّر آرزوئے که برم
معشوق هم آغوش سجودے که برم

گفت، شنفت، گفت و شنید

مرستان

بے عجز گدانہ نخوت شہ دارم
ہر چند کہ گہ ندارم و گہ دارم
من مائل عالم نیم و آئینش
امّا چہ کنم گذر بریں رہ دارم

تا نا اہل دعا ندارد اثرم
ور اہل مدّعا خود آید بہ برم
از درویشے دعائی طلبید
گفتا کہ دعا خود کن یعنی کہ کرم

دی روز ببازار شدم بشگفتم
آئینہ اوبختہ دیدم گفتم
آخر چہ گناہ داری اے آئینہ
گفتا کہ جمال دیدم ننہفتم

تا شد خبرے ز پردۂ ایں رازم
آورد ز دین و دانش دل بازم
گیرم کہ مرا ملک دو عالم بخشند
کو آں سر و ساماں کہ بآں پردازم

نہفتم = چھپایا

رازی که دران سرّ علن آموزم
هم خوانم و هم بخویشتن آموزم
عمری سخنی ز ہاتفی می جستم
صد ہاتف را کنون سخن آموزم

گر زاہد و شیخ و عابد و شب خیزم
ور عاشق و رند و مست و شور انگیزم
حرفی چند است نقد و قسم بنا گر (?)
در پای خیال حضرتش میریزم

تا پاک نظرئی حذر کن از چشم
ہر چیز که جز چشم بار کن از چشم
بگذار ہوس اگر بصر میخواہی
مارنده مگس قطع نظر کن از چشم

از زنده مگس قطع نظر کن از چشم

کار تو بتو بیار ندارد عالم
وز فوت تو آزار ندارد عالم
پیش تو اگرچه مرگ تو دشوار است
آسان تر از آن کار ندارد عالم

آنم که دل از کون و مکان برکندم
وز خوان جهان بلقمهٔ خورسندم
سنگی ز سر کوی قناعت کندم
آوردم - در رخنهٔ آز افگندم

در یک نکته کتابها می بینم
در یک نقطه حسابها می بینم
آن بیم و امید ز کفر و دین من اوست
سبحان الله چه خوابها می بینم

شخصی نگران بچشمها می بینم
یک قطره روان بچشمها می بینم
از باطن او بطعنه می شنوم
وز ظاهر او کرشمهائی بینم

در راه خدا نه جان نه تن می بینم
هر چیز نه او خیال و ظن می بینم
وو راند تمام خلق عالم از راه
گر راه چنین است که من می بینم

این کوشش جان خستهٔ ما معلوم
وین ربط دل شکستهٔ ما معلوم
بس رشتهٔ ما با دوست محکم ورنه
این عهد شکسته بستهٔ معلوم

عارف همه دیدگشته و کرده هجوم
از بهر نمود خویش هستی معدوم
این خلق شرار موشک تقدیرند
آوارگی و اوج ایشان معلوم

عقل است وجود بخش هستی معدوم
هر چیز بقدر راد است چه زنگ و چه روم
زانرو کم و بیش گشت در خلق که خواست
بعضی خادم شوند و بعضی مخدوم

در حلقهٔ خلق هست بنیاد ستوم
هرگز خواهم که از غم آزاد شوم
دیوانه بباز یگی طفلان بنشست
گفتند چرا. گفت - وسے شاد شوم

ہوتنگ = آتشبازی - چھچھوندر جو لڑکے چھوڑتے ہیں

تفرید طلب یکره ازین خلق ظلوم
تا از تو شود دیو دنی مرجوم
زآمیزش خلق بیخبر رشک مبر
از هم چه دهد مشت مفلس معلوم

در عشق یکے است هر گدا و شاهم
زان پاک ببینی برو بیکتا راهم
این مختلفان منافی یکدگر اند
همچون دو سه آهنگ مخالف باهم

از هر دو جهان زیاده می خواهم
از پرده برون فتاده می خواهم
صوفی تو بکار خویش رو کان ره را
پا بر سر خود نهاده می خواهم

خو کرده بغربت دل غم فرسایم
کوتاه شد از صحبت هر کس پایم
چون تنهایم همنفسم یاد کیست
تا همنفس کسے شدم تنهایم

تفرید = علیحدہ رہنا
مرجوم = سنگسار شدہ

ما اصل بت و بت شکنان یافته ایم
اسرار دل از طعنهٔ زنان یافته ایم
آن راز نهان که دوست می فرماید
در پردهٔ طعن دشمنان یافته ایم

ما جام حقیقی از مجازی زده ایم
بر دعوئے عقل طعن بازی زده ایم
رسوا شده ایم ز ابتلائے نازے
هرگاه لاف بے نیازی زده ایم

عمریست که تیر درد آماجیم
بر تارک افلاس و فلاکت تاجیم
یک شمه ز احتیاج اگر شرح دهم
چندان که خدا غنیست ما محتاجیم

هر سوئے شدیم اضطرابے دیدیم
در بے سوئی رفع حجابے دیدیم
عمرے ز پے سایه دویدیم آخر
چون وا نشستیم آفتابے دیدیم

ابتلا = آزمودن در بلا افتادن
آماج = نشانه - چاندماری

تا در صور سخن خروش آوردیم
اصوات غرور را بجوش آوردیم
چون صبح زدیم از حقیقت دم چند
مستان مجاز را بہوش آوردیم

ہر قسم کہ طور بود ما می بودیم
ہر جا بودیم با خدا می بودیم
اے آنکہ دریں نکتہ شکے ہست ترا
بس ما و تو زیں پیش کجا می بودیم

نہ علم نہ عمل نہ عز و جاہے داریم
جان مجنون جمال پادشاہی داریم
ما از سخن دنیی و دیں خاموشیم
بر یاد کسے نالہ و آہے داریم

از دوری اگرچہ سرگذشتے دارم
در گلشن کوئے یار گشتے دارم
ما پرتو خورشید وجودیم ازو
گر دور افتیم باز گشتے داریم

صورت = اشارہ و طرز ادا [illegible]
[illegible]
بو = [illegible]

ما گرچه دل راه‌شناسی داریم
با خلق که حدیث پاسی داریم
ما خود بصراط مستقیم ولی
از لغزش همرهان هراسی داریم

بر اوج نظر تا که امانی داریم
خورشید سپهر لن ترانی داریم
زان حیرانیم در رخ ماه‌وشان
کانجا ز جمال او نشانی داریم

تن در غم ان نرگس غماز دهم
جان و دل و دین را بتو دمساز دهم
بوسی ز دهانی که نداری بفرست
جانی که ندارم بعوض باز دهم

تا ساده ز نقش این تن و جان نشدیم
ما آئینهٔ جمال پنهان نشدیم
از زشتی خویشتن نگشتیم خلاص
تا در رخ زیبای تو حیران نشدیم

اوج = بلندی [illegible]
لن ترانی = [illegible]
ارنی = [illegible]

سر تا بقدم حکایت و خاموشیم
بنهاده سوال و سائلی را گوشیم
داریم جهان جهان سخن در شب دل
صاحب نفسی چو صبح گویا جوشیم

در دائرهٔ وجود انسان سلیم،
هم خطِّ امید گشته هم نقطهٔ بیم،
تا در سیر است کاروانیت عظیم
آنجا که فرود آید ملکیت قدیم

چون فتنهٔ کُلّ مَن علیها ست جسیم
جز وجه کریم جمله پندار لئیم
امید و هراس خلق از خلد و جحیم
ابله پئے کارہا دواند حکیم

نازے که زیارِ ما نیاید چکنیم،
کارے که شعارِ ما نیاید چکنیم
زاهد مفروش تقوی و زهد بما
چیزے که بکارِ ما نیاید چکنیم،

ردیف (ن)

این چند سخن حاصل عمر گذران
از من اثر بیست در ره دیده وران
یعنی ز کلام من هرا فایده نیست
کار بیست که کرده ام برای دگران

از جزو بکل خود راز و دی برسان
بار هر دو جامع الوجودی برسان
ای چشمه که آرزوی دریا داری
جهدی کن و خویش را بزودی برسان

روزی که عیان شود خداوند جهان
لطفش به کجا باشد و قهرش به جهان
خورشید جهان فروز چون در تابد
ذره شود آشکار و سیاره نهان

بستند دو کون رشته از آب سخن
جمع آمده خوب و زشت در باب سخن
هر چند نگاه میکنم عالم را
معنی سخن است و صورت اسباب سخن

ای یاد تو ام سلسله جنبان جنون
دور از تو ز بزم تو مگو چونم چون
چون شمع ستاده تا بزانو در اشک
چون شیشه نشسته تا بگردن در خون

تا پی بره خلاص نتوان بردن
هرگز نام خواص نتوان بردن
معشوقی را حسن و فا می باید
دل جز بادای خاص نتوان بردن

دانی چه بود سوی خداوند شدن
بیرون ز جهان بودن و پیوند شدن
از کعبه روی چه بود سود خواجه
مشتاق زن و خانه و فرزند شدن

شوخے کہ دلش سخت بود چون سندان
خورشید فلک برش ز حاجتمندان
بد زلف مرا بہ لبت بازی بازی
وز لعل مرا انگشت خندان خندان

اے روئے تخلق و مست جام ایشان
اے حوصلۂ تو پر ز جام ایشان
ژاژ نت دانند جملہ واجب نفقہ
کا بستنی از خیال خام ایشان

در ہر کہ رسی دعاش باید کردن
ہر کار بہ مدعاش باید کردن
چندان کارے ضروری نیست ترا
با چند کست معاش بد بد کردن

باید ہمہ ترک تو دعائی کردن
بر اوج یگانگی سمائی کردن
آنجا کہ ہمہ بہ از تو و ہیچ تو اند
کو تہ نظریست خودنمائی کردن

شرح غم خود بخود پسنداں کردن
خصم خود راست شاد و خنداں کردن
در رسم و رہ کدام عقل است و تمیز
یک محنت را ہزار چنداں کردن

تا چند تواں قصۂ مکرر کردن
نظارۂ دورِ چرخِ ابتر کردن
خوش آنکہ نوا بہم کس دیگر شد،
یا عالم را برنگِ دیگر کردن،

از خود بطلب مرا بہرِ چشم زدن
تا برخیزد دوئی یقین گردد ظن،
مادام کہ من دگر تو دیگر باشی
دوری شرط است درمیانِ تو و من

دل بستۂ روزگار پر زرق شدن
با شیفتۂ لقائے چوں برق شدن
چوں مردم نوشناور اندر گرداب
دستے زدن و عاقبت غرق شدن

جز شان مطلب ز عالم علم لدن
بر اول و آخر جهان تکیه مکن،
شطرنجی را وقوف باید ورنه
رخت شطرنج خواه نو خواه کهن،

تا غیر تو در رهبر تو خواهد بودن،
گر کعبه بود دیر تو خواهد بودن
او را از تو تا از و نیست رضا
مطلوب تو تا غیر تو خواهد بودن

تا چند اسیر چرخ سرکش بودن
بی حاصل و ناخوش و مشوش بودن
جز مُردن نیست غایت سیر جهان
نتوان بامید مردنی خوش بودن

باید همه خلق چو خویشان بودن
یا بی همه همچو فرد کیشان بودن
بی انصافی و کوری و مرده دلی ست
رد کردن خلق و همچو ایشان بودن

شہ = شاہ

اے عاشق را ترک آب و گل کن،
یعنے کہ گدائی جہانِ دل کن
از کوچہ تنگ تو شہے۔ درگذرست
برخیز و سیر شاہ رہی منزل کن

یکچند چراغ آرزو ہا پُف کن
قطع نظر از جمال ہر یوسف کن
زیں شہد یک انگشت رسانم بلبت
از لذت اگر محو نگردی تُف کن

باید زگیاہ رہ بہ جو پیمودن
وز جوئے بہ بحر رفتن و آسودن
یعنی از قالب بجانب قلب شدن
در قلب آنگہ محو مقلّب بودن

حق است فگندہ در جہانِ پرفن
غوغائے مذاہب اختلافِ تو و من
جز پرتوِ آفتاب درخانہ کدام
تلوین افروز شیشہائے روزن

بر ره چه فقیر و چه معظم رفتن ،
منزل نگر از نرفتن و هم رفتن
گر زانکه پیاده کس رود تا جنت
بهتر که سواره تا جهنم رفتن

هزل است و فسانهٔ تراقدر شکن
جز آنکه ضرورت است آنرا گفتن ،
در خلق نفاق و شین و غوغا و فتن ،
زانست کز اندازه برون رفته سخن

از کردهٔ خویشتن فراموش مکن
شیرینیِ قول خلق را گوش مکن
بے نیکئے هر کس ندیده لطفی از تو
گر دعوی دوستی کند گوش مکن

این کون و مکان را که برانگیخته کن ،
بی واسطهٔ چند نه سر هست و نه بن
ز اسباب برون مخواه کاری از حق
از حکمتِ خود حکیم را منع مکن ،

گفتار نبی - و بد - ولی - پیدا کن
جان صافی - چشم جلی پیدا کن
آن گفت چنان چه سود این گفت چنین
سر رشتۂ نطق ازلی پیدا کن

در کام دل خستہ تعلل می کن
گو - ہر نفسم شاخ عمر گل می کن
می بین کہ کبابم و چو مستان ہیرو
میدان کہ خرابم و تغافل می کن،

از حد بگذشت حسرت غالب من
تا دوست مگر یکے شود راغب من،
اے نالہ رعد و آہ برق - اشک سحاب
سوئے در او - روید از جانب من

بیحد و بدم جہان چنان بود کہ من،
روز و شب و شین و شان چنان بود کہ من
از مومن و کافر و یہود و ترسا
در ہر کہ رسیدم آنچنان بود کہ من

ناگفته سخن نیست اثر از تو و من ،
زیرا سخن است رشحِ نورِ ذو المن
گفتند به پیری زکیِ واقفِ خویش
گفتا ز ندم که کردم آغازِ سخن ،

ہاں مغنیِ خود طلب نماں ناقص و دوں
تا بر تو شود ہر دے و فردا اکنوں ،
چہ خوف و رجا چہ قبض و بسط و چہ و چوں
حق می تابد به رنگہا از تو بروں

دل مغزِ حقیقت است تن پوست ببیں ،
در کسوتِ روح صورتِ دوست ببیں
ہر چیز که ان نشانِ ہستی دارد
یا پرتوِ نور است یا او ست ببیں ،

ہر کس یک چند لاف زد از دل و دیں
پس مرد و برد - رہ سوئے عرش یقیں
ایں مقبرہا بگوشِ من می گویند ،
کائے خاکِ جہاں بر سرِ موجود چنیں ،

نہ علم نہ معرفت نہ دین و نہ یقین
نہ قدر نہ منزلت نہ عز و تمکین ،
چوں استحقاق رحمتم چندیں ہست
شاید کہ نمانم من محروم چنیں ،

نے شاد نشیں باش و نہ غمناک نشیں ،
تا بتوانی ز عقل و غش پاک نشیں ،
من میدانم ترا و مقدار ترا
تو خواہ بہ تخت و خواہ بر خاک نشیں ،

غش = کدورت

تا بست اللہم آسمان و زمین
بر گنج وجود کے توانی شد امین
گفتی کہ ز ہر دو کون نومید شدم
خاموش کہ امید ہمیں است ہمیں

گاوے ست بر آسمان و نامش پروین
گاوے ست دگر نہفتہ در زیر زمین ،
چشم خردی باز کن از روئے یقین ،
زیر و زبر دو گاو چندیں خر بین ،

لہ برج ثور ہے کیونکہ پروین برج ثور کا ستارہ ہے
مارا چہ ازیں قصہ کہ گاو آمد و خر رفت

ردیف (و)

اے دعوے عشق کردہ آئین تو کو
قطع نظر از عقل و دل - دینِ تو کو
اے دم زدہ از داغ صفا - لالہ صفت
پیراہن چاک چاک خونیں تو کو

اے دعوی عشق کردہ آئینت کو
قطع نظر از عشق دل و دینت کو
اے دم زدہ از داغ وفا - لالہ صفت
پیراہن چاک چاک خونینت کو

در عقل اے نفس باخدا باش و مگو
در لاف ہمیں نہ خوش ادا باش و مگو
با مرد - زنے - دخترِ سلطانم - گفت
گفتنا کہ تو دختر گدا باش و مگو

ایک مرد سے ایک عورت نے کہا کہ وہ بادشاہ کی لڑکی ہے -

خلقے خوشدل بوصل و پیوند از و
خود پیدا نہ جز سخنے چند از و
چوں حوصلۂ آئینہ آرے عکسے
ہر کس بخیالے شدہ خرسند از و

آدم ہمہ سر نگوں آید از و
کز حق نہ بمعرض شیون آید از و
آرے فن خاک جز فرو خوردن نیست
از ناب خورست آنچہ بروں آید از و

عشق آمد و گشت ہفت و ہشتم ہمہ او
کارم ہمہ او و سر گذشتم ہمہ او
از غایت یاری و کمال احسان
آمیخت بمن چنانکہ گشتم ہمہ او

حسرت جمال دوست ز دیدن او
و اندر طمعت درج ز رنجیدن او
گلبن ہمہ تن خار شدہ می گوید
نظارۂ گل بہ است از چیدن او

شیون = گریہ - زاری
معرض = ظاہر کرنے والی جگہ
ہفت ہشت = کلمات عصومت انگیز
دریغا = ہائے افسوس ... دردناک

حق است بداد و دین نہ ماییم و نہ تو
در دیدۂ راز بین نہ ماییم و نہ تو
وسعت غرض نہ آسمان و نہ زمین،
عرض صنعت این نہ ماییم و نہ تو

اے در سر من ہزار سودا از تو
نظرے بمن بنودہ قطعاً از تو
من بس محتاجم و تو بسیار غنی،
یارب گلہ از خویش کنم یا از تو

آں ماہ کہ یک نظر کرد در رو
صد شیوہ و ناز و رنگ برگرد در رو
آہم بشنید و رخ برافروخت چو شمع،
سوز دل من مگر اثر کرد در رو

ہر کس کہ دلِ خدا طلب ہست در رو
از طاعت و بندگی ذکر رب ہست در رو
انساں نبود تہی ز تقوے و فجور
تا عالم ہست روز و شب ہمت در رو

وقتے داریم نیک و حاجات درو
ہمچوں اعضا و اختلاجات درو
در خانۂ تارِ عمر دل دق میکرد
تا یافتہ روزنِ مناجات درو

اعضا = عضو جمع
اختلاج = حرکت

ردیف (ہ)

گاہے سپہرم بر اوج چوں مہ بودہ
گہ چوں یوسف فتادہ در چہ بودہ
ہر دم بہمہ ہر زماں امید نیست
سبحان اللہ چہا دریں رہ بودہ

ایں قصہ نمی شود بگفتن کوتاہ
رو دم درکش۔ مگر باو یابی راہ
رازیکہ دو کون شرح او میگویند
در یک نفس است لا الٰہ الا اللہ

بشتاب و نگاہ دار شرط ایں راہ
یعنے مرو۔ از راہ پے کام تباہ
تقصیر۔ بدست۔ و بدتر۔ از رہرو عشق
لنگی عیب است۔ خاصہ از شاطر شاہ

زیں مردم صد رنگ سیہ پوشی بہ
زیں خلق فرومایہ فراموشی بہ
از صحبت ناتمام بے حاصل شاں
تنہائی و گوشہ و خاموشی بہ

یارب توفیق راہ درگاہم دہ
در بیشۂ وہم۔ آتش آہم دہ
با جذب تو۔ پیش تو۔ تواں آمد و بس
اے راہ نمودہ قوت راہم دہ

ہر عقدہ کہ در جان فگار افتادہ
ز آمیزش جسم خاکسار افتادہ
ز انرو قد آسماں چنیں خم گشتہ
کو را بزمیں پست کار افتادہ

بشتاب = بجلدی
سرمایہ [illegible]

در بیشۂ وہم = وہم و خیالات کے جنگل میں

بستان از دست ساقی ما باده
تا مست ازل شوی از مرگ آزاده
عیسیٰ النفس کو دلے زندہ کند
کاین زنده تن بمردن است آماده

هر کس بآله روچو مردم کرده
از خلق بخلق کم تظلم کرده
زانسانکه بکلبهٔ خزان در نزود
جز آنکه خر است با خرے گم کرده

اخلاص گزین و بیخودی در زبراه
خود آرائی رها کن و عزت وجاه
مگریز از اولیا بپرهیز از علما
لا خوف طلب حذر کن از یخشی الله

اے زاہد و عاشق از تو در ناله و آه
نزدیک تو و دور ترا حال تباه
کس نیست که از تو جان تواند بردن
این را به تغافل کشی آن را به نگاه

این فرقه که محو کردگارند همه
بر عرش بلوغ جای دارند همه
وین خلق که با هستی خود مغرورند
چون طفل بر اسپ نی سوارند همه

ای در دو جهان مراد با غیر تو نه
دردیم سراسر و دوا غیر تو نه
ما را گاهی اگر بود وقت خوشی
زانست که با تو ایم با غیر تو نه

موجود نه آفریده دان نه زاده
هر چند که داد آفرینش داده
عالم عدمست با همه لاف وجود
صورت مردست گرچه هست ایستاده

هر کس کاین راز را بود داننده
بیرون ز دو کونست فرس راننده
یعنی که ندیدم از کتب ما حصلی
جز مشغولی کاتب و خواننده

چون مهر به ذره نظر داشته
هر که بره لطف گذر داشته
باز م عالم بدیده آراسته است
گویا که ز چهره پرده برداشته

مادام که گرد خویش در سیر نه
گر کعبه اعظمی که جز دیر نه
آنها که شناخت غنیش گشتند
بشناس تو نیز خویش را غیر نه

تا راه بعالم بقا برده نه
یک جرعه جام معرفت خورده نه
مگر ای همه جسم جانے واری
مگذار که خاکت بخور و مرده نه

ای آنکه دمی ز خویشتن فرد نه
داری صد درد و صاحب درد نه
دایم پی لهو و لعب و خواب و خوری
تو دایه طفل عادتی مرد نه

ردیف ی

آراسته آمد و چه آراستنی،
می خواست بعشوه و چه میخواستنی
بنشت و شراب خورد و برخاست برقص
وه وه چه نشستنی چه برخاستنی

اے غرہ بجستجوئے جسم فانی،
در دل ہمہ آرزوئے شہوت رانی
تا چند بآب خویش را پاک کنی،
رو پاک شو۔ از آب اگر بتوانی،

در تافته است آفتابِ احدے،
بر ہر ذرہ ز آسمانِ صمدے،
خفاش وشاں ازیں ندارند خبر،
نورِ ازلی کجا و کورِ ابدے،

آئینه صفت به دست او نیکوئی
زین سوئے نموده ولے زان سوئی
او دیده ترا که عین هستی تو اوست
زانش تو ندیده که عکس اوئی

عاشق شوی و ز ترکِ جان اندیشی
دزدی کنی و ز پاسبان اندیشی
دعوے محبت کنی اے دانشمند
وانگه ز زیانِ این و آن اندیشی

هان تا که درین آئینه آنرا بینی
تا هستی این سوئے ازان سو بینی
این پردهٔ پندار ز پیشت چو رود
هرچند بخلق بنگری او بینی

گر چون مه و خور بنور پاشی باشی
همچون بت گر به بت تراشی باشی
موجود بحق باش و عدم خود را بین
تا آن روزے که هم نباشی باشی

بشتاب که آزاده نهادی باشی
مپسند که بنده مرادی باشی
بگمر راه بری با وهمه جان گردی
ور در زمانی بخود جمادی باشی

نامردے را بر توفیقت گذرے
محجوبی اگرچه پاک داری نظرے
بے سکه پادشاه عادل هرگز
رائج نشود بشهر و بازار زرے

اے دل بخیال هرزه تازی تا کے
رو نه بحقیقی مجازی تا کے
زیر فلک اختران شمردن تا چند
چون طفل بمهد مهره بازی تا کے

آنم که نه دارم بدو عالم کامے
نایافته جز پیک وجود آرامے
گر خلق جهان جمله چو من بودندے
لازم نشدے رسولے و پیغامے

در دعوی بهتریست هر کم ز خسے
با جمله یکیست آنکه او هست بسے
بسیار بکمال و فضل حاصل کردم
تا دانستم که نیستم به ز کسے

در کوئے وفا چو من نیفتاده کسے
در عشق ز پا چو من نیفتاده کسے
نے یار و نه همدم و نه همره دارم
در دام بلا چو من نیفتاده کسے

هر چند که از عشق بر دل نیست کسے
راه وصلش نیافت هر بو الهوسے
خورشید بهر طرف کشد دامن سیر
اما نرسد بدامنش دست کسے

کس را نبود معرفت پیش و پسے
او خود بینی و ولی است در هر نفسے
گفتی که بجز خدائے گر این خدا است
آرے اینجا بغیر او نیست کسے

صاحب نظرے کہ دارد از خود خبرے
دارد و ہزار کفر و دیں در نظرے
وانکس کہ نہ اہلِ این نظر پیدا کرد
او ہست مخالفت کناں با دگرے

ما را ز سخن نبود دید ہم بسے
غیر از رد و قبول ہر بو الہوسے
دریا ز موج خود چہ حاصل دارد
جز بردن و آوردن ہر خار و خسے

ہر چیز کہ از برائے او بیچارے
جہدے نکنے نباشد دلبندے
در ہر باغ کہ باغباں رنجے برد
ہر میوہ بچشم او بود فرزندے

در وحدِ خود او را طلب از ہر چہ کنی
جفت و ولد و رفیق و ہمسر چہ کنی،
تو کوزہ خود پر آب کن اے تشنہ
ایں کوزہ تہی کوزۂ دیگر چہ کنی،

از خویش چو رستی غم و شادی چه کنی
با دوست نشسته فکر وادی چه کنی
در عشق رسیدی خبر عقل مپرس
گم گشته چو یافتی منادی چه کنی

زاهد بعبث چو از پی ما گردی
وقت است کزین راه غلط واگردی
دستار بسر بنی و عاشق نشوی
گر دور سر معجز زلیخا گردی

در خواهش او محو شو ار با اولی
کانیست مقام و منزل کشش طلبی
نتوان بنماز خواند غیر از عربی
یعنی که برون مباش از قول نبی

هر کار بجز پاک شدن ورزیدی
بیهودگی چند بهم پیچیدی
در تقوی نیست از تعین اثری
کس در حمام جامه در بر دیدی

گاهی خود را ابر اوج چون مه دیدی
گه چون یوسف فتاده در چه دیدی
می دارندت چنانکه می خواهندت
کار تو بجهد نیست صد ره دیدی

گم کردم اگر تو جستجویم نکنی
آئینه صفت روی بسویم نکنی
در حق خود از لطف تو گفتم بسیار
یارب یارب دروغ گویم نکنی

از خود بگریز در حق آویز همی
تا در حرم امان شوی محترمی
با زندگی و خرمی خویش مناز
کاثر ابدی برند و آن را برمی

با آئینه جهان گرد و در روی
تا چند زنی دم ز منی و اوی
او غائب و غایب همه هست و گمان
جهدی کن تو باشی آنکه او میگوئی

خواہی کہ رسی بنشاء بیچونی
زاں نشاء شوی واقف ہر مضمونی
خود را دریاب زانکہ بنہادہ حکیم
غیر از تحفہ فلک معجونی

ALLAMA IQBAL LIBRARY
57979

J. & K. UNIVERSITY LIB.
Acc. No. 57979
Date 9.XI.65

اغلاط نامہ

رباعیاتِ سحابی

صفحہ کتاب	نمبر رباعی در صفحہ	نمبر مصرع	غلط	صحیح	صفحہ کتاب	نمبر رباعی در صفحہ	نمبر مصرع	غلط	صحیح
۴	۴	۲	چو سود	چہ سُود	۷۱	۱	۳	گرد ید	گردید
۹	۴	۴	پس نشیند	پس نشیند	۷۲	۴	۱	بشیخ	بشیخ
۱۷	۳	۳	ازخواہی	ارخواہی	۷۲	۴	۳	کر	کہ
۲۲	۳	۲	ز نشت	ز نشست	۷۴	۴	۴	وام	دام
۲۴	۴	۲	گو یدم	گو۔ بدم	۷۵	۱	۱	جانب	جانت
۳۵	۲	۳	کہ بمشابہ	بمشابہ	۷۵	۳	۴	کاؤپسندید	کاؤ نہ پسندید
۴۲	۳	۴	کراست	گراست	۸۱	۴	۲	گرودش	گردش
۴۷	۴	۱	عجب	عُجب	۸۳	۳		اوست	دوست
۵۰	۸	۸	اگر	اگرچہ	۸۵	۲	۳	ہیوہ	ہیوہ راست
۵۱	۱	۱	دردے	دروے	۸۷	۱	۴	نوست	نکوست
۵۱	۴	۲	درگل	درگُل	۸۸	۴	۳	نہ	نُہ
۵۳	۱	۳	وہمہ	ہمہ	۸۹	۴	۴	پامان	پامال
۵۹	۴	۲	آواز	او۔ ز	۹۰	۳	۲	کہ توانند	کے توانند
۶۴	۲	۲	درہمت	درہمت	۹۱	۲	۱	جاتی	جانی

۹۵	۳	۳	در دست	در وست	۱۷۰	۱	۱	ماموراہبر	ماموروابہر
۱۰۵	۴	۳	ہرورا	ہرورا	″	″	۴	واگرد	واگرد
۱۰۵	۳	۱	شمرد	شمرد	″	۳	۴	ہیدان گو	ہیدان گہ
۱۰۶	۴	۴	چرخ حقیقے	چرخ دحقیقے	۱۷۲	۲	۲	راگاہ	مراگاہ
۱۰۷	″	″	ارد	وارد	۱۷۴	۲	۴	خرابہ	خرابۂ
۱۰۸	۲	۳	جنیش	جنبش	۱۷۵	۲	۴	ہنگر	ہنگر
۱۱۸	۲	۱	احدی جوید	احد-حی جوید	″	۴	۴	وسلطان	وسلطان
۱۱۹	۱	۱	برو	برد	۱۷۷	۴	۲	ہمہ غہ	ہمہ غم
″	۲	۳	پروازند	پردازند	۱۸۵	۲	۴	عفوربید	عفوزبید
۱۲۰	۱	۲	بازاو	بازرو	۱۹۰	۴	۳	ہیگیرہم	ہیگیرہم
۱۲۴	۱	۱	گوانگہ	گوانگہ	۱۹۲	۱	۱	دوودام	وودام
۱۲۵	۱	۳	گبرو	گبرد	۱۹۷	۳	۴	نہ	ونہفتم
۱۲۶	۳	۳	برقافلہ	ہرقافلہ	″	۴	۴	پروازم	پردازم
۱۲۷	۳	۱	براہل وفا	کہ براہل وفا	۲۰۱	۲	۲	برو بہ	برد بہ
۱۳۱	۱	۳	کہ گرزو	گرزو	۲۰۲	۳	۱	دردا ماجیم	درورا ماجیم
۱۴۱	۲	۲	وامت	وامست	۲۰۷	۲	۴	شیشہ خون	شیشہ
۱۴۶	۳	۴	تاامن	ناامن	۲۰۸	۱	۴	بہ لست	بہ بست
۱۴۸	۳	۴	وے	دے	″	″	۴	بگمشت	بگذشت
۱۴۹	۳	۱	سی	حیٔ	۲۱۱	۱	۱	ترک اسب	ترک آب
″	۴	۱	خرو	خرد	۲۱۲	۴	۴	منع	منع
۱۵۰	۳	۱	برتو	بہرتو	۲۱۴	۲	۱	مغنی	معنی
۱۵۱ ۱۵۸	۴	۴	شہ را پرو	شہ راہ پرد	۲۱۸	۴	۲	نشق	فسق
۱۶۱	۲	۴	بادست	بادوست	۲۲۱	۱	۴	زندہ من	زندہ تن
۱۶۸	۴	۱	عالی سیر	عالی سیر	″	۲	۴	باخرے	یاخرے